ماہنامہ
جہدِ حق
پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
HRCP
Registered No. CPL-13
جلد نمبر 30 ...... شمارہ نمبر 11 ...... نومبر 2023

کیا افغانستان کے موجودہ حالات کمزور پناہ گزینوں کی محفوظ واپسی کے لئے سازگار ہیں؟

HRCP شکایات سیل

ایچ آر سی پی شکایات سیل نے 1985ء میں کام شروع کیا جب کسی بھی سرکاری یا غیر سرکاری ادارے میں ایسا مخصوص شعبہ موجود نہیں تھا جو مظلوم لوگوں کی شکایات وصول کرتا ہو۔ اس وقت سے، ایچ آر سی پی پاکستان بھر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے ازالے کے لئے جدوجہد میں مصروف ہے۔

ایچ آر سی پی شکایت سیل کو ماہانہ سینکڑوں شکایات موصول ہوتی ہیں۔ ہم پولیس کی زیادتیوں، خواتین کے خلاف تشدد، محکمہ جاتی مسائل، اقلیتوں کے حقوق، جبری شادیوں، جبری تبدیلی مذہب، جبری گمشدگیوں، سائبر جرائم اور دیگر تمام انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق شکایات وصول کرتے ہیں اور اس پر ایکشن لیتے ہیں۔ تاہم، مالی معاونت، سیاسی پناہ، جائیداد کے تنازعات یا ذاتی تنازعات سے متعلق شکایات ہمارے دائرہ کار سے باہر ہیں۔

طریقہ کار: جیسے ہی ہمیں شکایات موصول ہوتی ہیں ہم متعلقہ حکام سے رابطہ کرتے ہیں اور کیس پر کارروائی کا آغاز کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ، ہمارا مندرجہ ذیل اداروں کے ساتھ ایک براہ راست ریفرل نظام موجود ہے جس کا مقصد شکایت کے فوری ازالے کو یقینی بنانا ہے۔

پنجاب

- اسسٹینٹ انسپکٹر جنرل آف پولیس برائے انسانی حقوق سیل، پنجاب
- انسپکٹر جنرل آف پولیس، پنجاب
- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق، لاہور (صوبائی دفتر)
- خواتین کے خلاف کام کی جگہ پر ہراسانی کے محتسب کا دفتر، پنجاب
- پنجاب کمیشن برائے حقوق نسواں
- پنجاب ویمن پروٹیکشن اتھارٹی
- شہید بے نظیر بھٹو انسانی حقوق مرکز برائے خواتین، بہاولپور
- متاثرین کی معاونت کا مرکز، لاہور
- ویمن، ہیلپ ڈیسکس (پنجاب پولیس) ملتان
- پنجاب پولیس کے ضلعی ویمن ڈیسک، ملتان
- خواتین کے خلاف تشدد سے متعلق مرکز، ملتان

سندھ

- اسسٹنٹ انسپکٹر جنرل آف پولیس، سندھ
- ڈائریکٹر چائلڈ پروٹیکشن بیورو، کراچی
- ڈپٹی سپرینٹنڈنٹ آف پولیس برائے انتظامی امور، حیدرآباد
- ڈپٹی سپرینٹنڈنٹ آف پولیس برائے انسانی حقوق سیل، سندھ
- محکمہ انسانی حقوق، حکومت سندھ
- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق، کراچی (صوبائی دفتر)
- خواتین کے خلاف کام کی جگہ پر ہراسانی محتسب کا دفتر، سندھ
- پولیس سہولت مرکز، حیدرآباد
- سینیئر سپرینٹنڈنٹ آف پولیس، حیدرآباد
- سندھ کمیشن برائے حقوق نسواں
- سندھ انسانی حقوق کمیشن

خواتین اور بچوں کے تحفظ کا مرکز، سندھ
ویمن ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ، حکومت سندھ
ویمنز پولیس اسٹیشن، حیدرآباد

بلوچستان

- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق، کوئٹہ (صوبائی دفتر)
- خواتین کے خلاف کام کی جگہ پر ہراسانی کے محتسب کا دفتر، بلوچستان
- ویمنز پولیس اسٹیشن، کوئٹہ
- ویمن ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ، بلوچستان

دارالحکومت اسلام آباد

- انسپکٹر جنرل آف پولیس، اسلام آباد
- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق
- قومی کمیشن برائے حقوق نسواں

خیبر پختونخوا

- جینڈر ڈیسک، سوات
- انسپکٹر جنرل آف پولیس، خیبر پختونخوا
- خیبر پختونخوا چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر کمیشن
- خیبر پختونخوا کمیشن برائے حقوق نسواں
- خیبر پختونخوا ویمن کرائسز سینٹرز، مردان
- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق، پشاور (صوبائی دفتر)
- خواتین کے خلاف کام کی جگہ پر ہراسانی کے محتسب کا دفتر، خیبر پختونخوا
- ویمنز پولیس اسٹیشن، سوات

گلگت بلتستان

- آغا خان مصالحتی وثالثی بورڈ، گلگت
- محکمہ سول انتظامیہ و پولیس، گلگت بلتستان
- محکمہ انسانی حقوق، گلگت بلتستان

خواتین اور بچوں کی پناہ گاہیں جہاں شکایات سیل کیسز کو ریفر کرتا ہے:
دستک چیریٹیبل ٹرسٹ، لاہور
خواتین کے خلاف ہراسانی کے محتسب کا دفتر، ملتان
پناہ شیلٹر ہوم، کراچی، ایدھی ہومز اینڈ ایدھی یتیم خانے، کراچی
بے نظیر شیلٹر ہوم، کوئٹہ، ایدھی ہوم، کوئٹہ، آبرو شیلٹر ہوم، کوئٹہ
نور ایجوکیشن ٹرسٹ شیلٹر، پشاور

شکایات سیل سائبر ہراسانی کے کیسز مندرجہ ذیل اداروں کو ریفر کرتا ہے:
بولوبھی، کراچی
ڈیجیٹل رائٹس فاؤنڈ ، لاہور
ایف آئی اے نیشنل ریسپانس سینٹر فار سائبر کرائم، کراچی
ایف آئی اے نیشنل ریسپانس سینٹر فار سائبر کرائم، پشاور

چند سنگین نوعیت کے معاملات میں ایچ آر سی پی ایک فیکٹ فائنڈنگ ٹیم بھیجتا ہے تاکہ شکایت کی مزید چھان بین کی جا سکے۔ جس کے بعد ہم اپنے مشاہدات کی بنیاد پر ایک بیان یا رپورٹ جاری کرتے ہیں ہم صرف انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں سے متعلق مشترکہ شکایات کی صورت میں قانونی معاونت فراہم کرتے ہیں

ریفرل کے دیگر روابط
اے جی ایچ ایس لیگل ایڈ سیل، لاہور سے تعلق رکھنے والی یا ان خواتین کے لئے جن کے (مقدمات لاہور کی عدالتوں میں زیر سماعت ہوں)
سوسائٹی فار اسپیشل پرسنز۔ ملتان
دستگیر لیگل ایڈ فاؤنڈیشن، ملتان
پاکستان ہیومن ڈویلپمنٹ فاؤنڈیشن، ملتان
ڈاکٹر ایس ہارون احمد برائے نفسیاتی خدمات، کراچی
ڈپولائن فری کلینک برائے نفسیاتی خدمات، کراچی
لیگل ایڈ سوسائٹی، حیدرآباد، ر سلنگ بیریئرز ویمن، کوئٹہ

هم سے رابطہ کریں: آپ ہمیں کال کر سکتے ہیں، واٹس ایپ کر سکتے ہیں، ای میل بھیج سکتے ہیں یا خط ارسال کر سکتے ہیں۔ آپ اپنے قریبی ایچ آر سی پی شکایات ڈیسک میں بذات خود جا کر شکایت رجسٹر کروا سکتے ہیں اور کمپلینٹ آفیسر سے بذات خود بات کر سکتے ہیں۔

لاہور
طاہرہ حبیب/لاریب سعید
0333 200 6800 (طاہرہ حبیب)
0321 341 4884 (لاریب سعید)
042 3584 5969
042 3586 4994
ایوان جمہور، 107 ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور
hrcp@hrcp-web.org
complaints@hrcp-web.org

کراچی
ندا تنویر/عبدالحئی
0315 111 6287 (ندا تنویر)
0333 3046674 (عبدالحئی)
021 3563 7131
021 3563 7132
یونٹ نمبر 08، فرسٹ فلور، اسٹیٹ لائف بلڈنگ نمبر 5 (آئیلا کو ہاؤس)، عبداللہ ہارون روڈ صدر، کراچی
karachi@hrcp-web.org

پشاور
اسماء خان
091 5844253
0331 9352097
اعظم چشتی روڈ، شیرازی کالونی، گلی نمبر 1، پیپل اسٹاپ، ریلوے روڈ، پواکا، پشاور
peshawar@hrcp-web.org

اسلام آباد
سمیتا عالم
0313 5358995
051 8351127
آفس نمبر 1 بی، سیکنڈ فلور، بلاک ڈی۔12 (نزد پی ایس او پمپ)
جی۔8 مرکز، اسلام آباد
islamabad@hrcp-web.org

کوئٹہ
نائلہ رحیم
0306 294 6125
081 282 7869
فلیٹ نمبر سی۔6، کبیر بلڈنگ، ایم اے جناح روڈ، کوئٹہ
quetta@hrcp-web.org

حیدرآباد
افشاں سمیتو
022 278 3688
022 272 0770
0310 339 2222
آفس نمبر 306، فائزہ آرکیڈ، صدر، حیدرآباد
hyderabad@hrcp-web.org

ملتان
انیلہ اشرف
061 451 7217
0331 665 5529
مکان نمبر 24۔اے، ابدالی کالونی، گلی مسجد ٹیناں والی، ڈیرہ اڈا، ملتان
multan@hrcp-web.org

گلگت
ظہیر اسراج
0344 5475553
0355 4541088
آفس نمبر 9-8، رنگ یل پلازہ، جماعت خانہ روڈ، ذوالفقار آباد جٹیال، گلگت

تربت/مکران
وقار قیوم
0852 413365
0323 234 2406
پرواز ہاؤس، پسنی روڈ، تربت، کیچ
ghaniparwaz@hotmail.com

فہرست

پاکستان میں افغان مہاجرین کی حفاظت کے مطالبے کے لیے کُھلا خط	03
حکومت مہاجرین کو یکم نومبر تک ملک بدر کرنے کا فیصلہ واپس لے	04
اسرائیلی ظلم اور مغربی میڈیا کا دوہرا معیار	05
سزائے موت کے معاملے پر ملک گیر مکالمے کی ضرورت ہے	06
شمالی سندھ: حل کی تلاش	07
قلم آزاد	13
ڈھائی سالہ 'جبری گمشدگی' کے بعد گھر لوٹنے والے عبد الحمید زہری: 'میں اپنے والد کو پہچان نہیں پائی'	14
انسانی حقوق کے محافظوں کا اعلامیہ	15
نادرا اور عوامی مشکلات	18
پاکستان افغان مہاجرین کی ملک بدری پر عملدرآمد روک دے، یو این ماہرین	19
انسانی حقوق: پاکستان افغان مہاجرین کی ملک بدری معطل کرے	20

عزت مآب فلیپو گرینڈی،

اقوامِ متحدہ ہائی کمشنر برائے مہاجرین

عنوان: پاکستان میں افغان مہاجرین کی حفاظت کے مطالبے کے لیے کُھلا خط

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کو یکم نومبر 2023 تک تمام غیر رجسٹرڈ غیر ملکیوں کو ملک سے نکالنے کے حکومتِ پاکستان کے فیصلے پر تشویش ہے۔ اِن غیر ملکیوں کی ایک بڑی اکثریت افغان شہریوں پر مشتمل ہے۔ ایچ آر سی پی پورے وثوق سے کہہ سکتا ہے کہ لگ بھگ 17 لاکھ افغانوں پر لاگو ہونے والے اِس فیصلے سے انسانی بحران جنم لے سکتا ہے۔

یہ فیصلہ جبری وطن واپسی کے مترادف اور عالمی روایتی قانون کے منافی ہے، اور کمزور مہاجرین اور پناہ کے طلب گار افراد کو شدید متاثر کرے گا جن میں خواتین، بچے، بوڑھے، معذوری سے متاثر افراد، کم آمدنی والے لوگ اور اپنے پیشوں کی بدولت خطرات سے دوچار افغان شامل ہیں۔ اُن کی اکثریت اگست 2021 میں افغانستان پر طالبان کے اقتدار کے بعد افغانستان سے فرار ہونے پر مجبور ہوئی تھی۔

انسانی حقوق کی تنظیموں کی تنقید کے باوجود حکومت کی جانب سے اس فیصلے پر نظرثانی کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے اور وہ اِس معاملے پر اِس نہج پر پہنچ چکی ہے کہ سول سوسائٹی کے ارکان کو عوامی تقاریب میں اس معاملے پر اظہارِ خیال نہیں کرنے دے رہی۔ وزیرِ داخلہ سرفراز بگٹی نے بھی یہ واضح کیا ہے کہ اس مرحلے کے بعد قانونی طور پر مقیم غیر ملکیوں کو ملک بدر کیا جائے گا بشمول اُن افغانوں کو جن کے پاس رہائش کے ثبوت کے کارڈ ہیں۔

ذرائع ابلاغ کی اطلاعات کے مطابق، قانونی طور پر مقیم 77 افغان مہاجرین کو یکم نومبر کی حتمی تاریخ سے پہلے ہی ملک سے نکالا جا چکا ہے۔ مزید برآں، ایچ آر سی پی کو ایسی پریشان کن اطلاعات بھی موصول ہوئی ہیں کہ حکومت کے ابتدائی اعلان کے بعد قانون نافذ کرنے والے اہلکار افغان مہاجرین کو ہراسانی، دھونس دھمکی، بھتہ خوری اور حراست کا نشانہ بنا رہے ہیں۔

ایچ آر سی کو اِس حقیقت کا ادراک ہے کہ حکومت کو ملک میں غیر قانونی طور پر مقیم غیر ملکی شہریوں کی معمولی سی تعداد کے حوالے سے سیکیورٹی خدشات ہو سکتے ہیں لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ انسانی تحفظات کو سیکیورٹی مفادات سے بالاتر ہونا چاہیے۔ اس کے علاوہ، غیر منتخب حکومت کو اس طرح کا فیصلہ لینے کا اختیار نہیں ہے۔ ہمارا یہ بھی ماننا ہے کہ مہاجرین اور پناہ کے طلب گاروں کو اُن کے میزبانوں کے ساتھ ہنسی خوشی رہنے کی اجازت ہونی چاہیے اور دونوں کے حقوق ایک دوسرے سے الگ نہیں ہیں۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ پاکستان نے مہاجرین کنونشن 1951 پر دستخط نہیں کر رکھے، یہاں ملکی سطح پر مہاجرین سے متعلق کوئی نظام موجود نہیں اور افغان مہاجرین کے معاملات عارضی وصوابدیدی پالیسیوں سے نبٹائے جاتے ہیں۔ تاہم، ملک پُرخطر حالات میں جبری وطن واپسی کی ممانعت (refoulemnt-non) والے عالمی روایتی قانون کا پابند ہے جو غیر ملکیوں کو کسی ایسے ملک واپس بھیجنے سے منع کرتا ہے جہاں اُنہیں ظلم، تشدد، ناروا سلوک کا نشانہ بنایا جا سکتا ہو یا اُن کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو۔ اِس میں یہ ذمہ داری بھی شامل ہے کہ رجسٹرڈ مہاجرین سمیت لوگوں کو ایسے مقامات پر واپس جانے کے لیے دباؤ نہ ڈالا جائے جہاں اُنہیں اس قسم کا سنگین خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔

ایچ آر سی پی کا خیال ہے کہ اس حوالے سے حکومتِ پاکستان کے اقدامات عالمی روایتی قانون کی خلاف ورزی کے مترادف ہیں کیونکہ افغانستان کے موجودہ حالات مہاجرین اور پناہ کے طلب گاروں کی محفوظ واپسی اور بحالیٔ نَو کے لیے بالکل بھی سازگار نہیں ہیں۔

ہم اقوامِ متحدہ ہائی کمشنر برائے مہاجرین سے پُرزور اپیل کرتے ہیں کہ وہ حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کرے کہ وہ:

1۔ یکم نومبر کی حتمی تاریخ میں فی الفور توسیع کرے تاکہ غیر رجسٹرڈ مہاجرین اور پناہ کے طلب گار تمام افراد کو قانونی دستاویزات لینے کا موقع مل سکے۔

2۔ یہ یقینی بنائے کہ کوئی بھی مہاجر یا پناہ کا طلب گار کسی جائز وجہ کے بغیر ملک سے بے دخل نہ ہو۔

3۔ یہ یقینی بنائے کہ تمام مہاجرین اور پناہ کے طلب گار افراد کے ساتھ باعزت سلوک ہو، اور وہ کسی بھی صورت میں ہراسانی یا دھونس ودھمکی کا نشانہ نہ بنیں، چاہے وہ ملک میں قانونی طور پر مقیم ہوں یا غیر قانونی طور پر۔

4۔ مہاجرین اور پناہ کے طلب گار افراد کو درپیش خطرات کی بنیاد پر اُن کی درجہ بندی کرے، اور اقوام متحدہ کی ایجنسی برائے مہاجرین اور عالمی ادارہ برائے ہجرت کی پیروی کرتے ہوئے اُن کی حیثیت سے متعلق دستاویزات تک اُن کی رسائی آسان بنائے۔

5۔ مہاجرین کے حوالے سے ایسی پالیسی اپنائے جو انسانی حقوق کے احترام پر مبنی ہو، رضا کارانہ ملک واپسی کی راہ ہموار کرے، عزت اور حفاظت کے عالمی اصولوں سے ہم آہنگ ہو، اور مہاجرین کی وطن واپسی اور بحالیِ نو کے لیے اُن کی باخبر رضا مندی پر مبنی ہو۔

6۔ غیر ملکی افراد 1946 قانون جو کہ نوآبادیاتی دور کی باقیات اور ناقص قانون سازی کی واضح مثال ہے، پر نظر ثانی کر کے اُس کی جگہ ایک ترقی پسند قانون لاگو کرے جو غیر شہری باشندوں کے حقوق کی حفاظت کی ضمانت دے۔

7۔ مہاجرین کنونشن 1951 اور مہاجرین کی حیثیت سے متعلق پروٹوکول پر دستخط کرے۔

آپ کی مخلص

حنا جیلانی

چیئرپرسن

نقل۔ عزت مآب، انٹونیو گوٹریس، سیکرٹری جنرل اقوام متحدہ

عزت مآب وولکر ٹرک، اقوامِ متحدہ ہائی کمشنر برائے انسانی حقوق

حکومت مہاجرین کو یکم نومبر تک ملک بدر کرنے کا فیصلہ واپس لے

آج منعقد ہونے والے ایک اعلیٰ سطحی مشاورتی اجلاس میں پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ یکم نومبر تک غیر رجسٹرڈ غیر ملکیوں کو ملک بدر کرنے کا اپنا فیصلہ فوری طور پر واپس لے۔ یہ فیصلہ نگراں حکومت کے اختیار میں نہیں آتا، اس کے علاوہ یہ جبری وطن واپسی کے مترادف ہے، جسے بین الاقوامی قانون تسلیم نہیں کرتا، اور یہ غریب اور کمزور افغان مہاجرین اور سیاسی پناہ کے طلب گاروں بشمول خواتین، بچوں، بوڑھوں، معذوری کا شکار افراد اور ان افغانوں کو شدید متاثر کرے گا جو اپنے پیشوں کی وجہ سے خطرے کی زد میں ہیں۔

شرکاء میں سول سوسائٹی کے کارکنان، وکلاء، سیاسی رہنما بشمول سابق سینیٹر افراسیاب خٹک، افغان مہاجرین کمیونٹی کے نمائندوں اور یو این ایچ سی آر اور آئی او ایم کے نمائندے شامل تھے۔

سابق سینیٹر اور ایچ آر سی پی کونسل ممبر فرحت اللہ بابر نے کہا کہ پناہ گزینوں کے بارے میں ملکی قوانین کی عدم موجودگی ان کے حقوق کے تحفظ میں ناکامی کا کوئی عذر نہیں ہے، کیونکہ افغانستان اور یو این ایچ سی آر کے ساتھ سہ فریقی معاہدے کے تحت پاکستان پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ انہوں نے حکومت اور پناہ گزینوں کے درمیان ایک پل کے طور پر قومی پناہ گزین کونسل کے قیام کی سفارش کی تاکہ مؤخرالذکر کو اپنے تحفظات کے اظہار کا موقع دیا جا سکے۔

ایچ آر سی پی کونسل ممبر سعدیہ بخاری نے ایک حالیہ فیکٹ فائنڈنگ مشن کے مشاہدات پیش کیے، جس سے معلوم ہوا ہے کہ اسلام آباد میں متعدد افغان بستیوں کو سی ڈی اے نے مسمار کیا ہے۔ یہ اقدام بظاہر انسداد تجاوزات مہم کا ایک حصہ ہے۔ تاہم، رہائشیوں کی اکثریت کے پاس پی او آر کارڈز موجود ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ غیر ملکیوں کے بارے میں حکومتی نوٹیفکیشن کے بعد پولیس نے انہیں ہراساں کیا، دھمکیاں دیں اور ان سے بھتہ وصول کیا۔

پناہ گزینوں کے حقوق کی محقق ڈاکٹر صبا گل خٹک نے مہاجرین اور پناہ گزینوں کی تعداد کے بارے میں درست اور عوامی سطح پر دستیاب اعداد و شمار کی ضرورت پر زور دیا تاکہ ان کی جائز ضروریات کا اندازہ لگایا جا سکے۔ شرکاء نے اس بات کی نشاندہی کرتے ہوئے اتفاق کیا کہ دستاویزات کی عدم موجودگی کا مطلب ہے کہ حقوق کی خلاف ورزیوں کا زیادہ امکان موجود ہے اور یہ کہ محض سیکورٹی پر مبنی تحفظات کی بنا پر پوری کمیونٹی کو ملک بدر کرنا اجتماعی سزا کے مترادف ہے۔ انہوں نے مقررہ مدت پر مبنی شہریت کا بھی مطالبہ کیا جو طویل مدتی رہائشیوں کو بطور شہریت اختیار کرنے کا موقع دے گی۔ سابق ایم این اے محسن داوڑ نے کہا کہ انہوں نے جس خارجہ تعلقات کمیٹی کی سربراہی کی تھی اس نے متفقہ طور سفارش کی تھی کہ پاکستان 1951 کے مہاجرین کنونشن پر دستخط کرے۔

افغان مہاجرین کی کمیونٹی کے نمائندوں نے یہ بھی کہا کہ ایک ماہ سے کم عرصے میں کئی لاکھ پناہ گزینوں کے لیے افغانستان واپس جانا انسانی طور پر ممکن نہیں کیونکہ بہت سے لوگوں کے لیے پاکستان ہی واحد گھر ہے۔ یو این ایچ سی آر کے نمائندوں نے کہا کہ پناہ گزینوں کی کسی بھی قسم کی وطن واپسی رضا کارانہ، وقار اور حفاظت کے بین الاقوامی معیارات کے مطابق اور واپسی اور انضمام کے لیے باخبر رضامندی پر مبنی ہونی چاہیے۔ آئی او ایم کے ایک نمائندے نے کہا کہ ایجنسی ان معیارات کی تعمیل میں پاکستانی حکومت کی مدد کے لیے وسائل فراہم کرنے کے لیے تیار ہے۔

اجلاس کے اختتام پر ایچ آر سی پی کی چیئرپرسن حنا جیلانی نے کہا کہ 'تمام پناہ گزینوں اور سیاسی پناہ کے طلب گاروں کی مخصوص ضروریات پر غور کیے بغیر ان پر کثیر المقاصد حل کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔' پناہ گزینوں سے متعلق پالیسی کی دانستہ غیر موجودگی میں بھی پاکستان بین الاقوامی رواجی قانون کا پابند ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ایسی کسی بھی پالیسی کو انسانی خدشات کو سلامتی کے خدشات پر فوقیت دینی چاہیے۔

اسرائیلی ظلم اور مغربی میڈیا کا دوہرا رویہ

زاہد حسین

غزہ کی پٹی میں مقیم فلسطینیوں پر ڈھائے جانے والے اسرائیل کے وحشیانہ مظالم پر مغربی مین اسٹریم میڈیا کی یکطرفہ رپورٹنگ نے اس کی معروضیت کے دعووں کو بے نقاب کیا ہے۔

حماس-اسرائیل تنازع میں سچائی کو کاٹ چھانٹ کر پیش کیا جارہا ہے۔ ایک جانب جہاں مغربی میڈیا حماس کے حملے کی کوریج زیادہ کررہا ہے وہیں دوسری جانب غزہ میں بمباری سے ہونے والی تباہی اور ہزاروں مظلوم فلسطینیوں کی اموات جن میں بچوں کی بڑی تعداد شامل ہے، کو انتہائی کم کوریج دی جارہی ہے۔

اسرائیل کے جنگی جرائم کا دفاع اس جملے سے کیا جارہا ہے کہ 'اسے اپنے دفاع کا حق حاصل ہے'۔ غزہ کو ملبے کے ڈھیر میں تبدیل کردینے والی اس وحشیانہ بمباری کے دوران مارے جانے والے درجن سے زائد عرب صحافیوں کی ہلاکت پر بھی مغربی میڈیا کی جانب سے کوئی احتجاج سامنے نہیں آیا۔ آزادی اور جمہوریت کے علمبردار ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کا یہ دوہرا رویہ چونکا دینے والا ہے۔

جہاں مغربی صحافیوں کی بڑی تعداد اسرائیل سے کوریج کررہی ہے وہیں گنتی کے صحافی غزہ میں جنم لینے والے انسانی المیے کی فیلڈ رپورٹنگ کررہے ہیں۔ میڈیا تصویر کا ایک ہی رخ دنیا کو دکھا رہا ہے۔ اسرائیل-فلسطین تنازع کی میڈیا رپورٹنگ کا بڑا حصہ متعصّبانہ طور پر صیہونی غاصبوں کی طرف داری ہے۔ مغربی میڈیا کی جانب سے 7 اکتوبر کے واقعات کی صرف حماس کے حملے کے طور پر منظرکشی کی جارہی ہے جبکہ اس حملے کے پیچھے موجود اصل وجہ یعنی فلسطینیوں کی آزادی کی جدوجہد کے پہلو کو مکمل طور پر نظرانداز کیا جارہا ہے۔

اسرائیلی بچوں کے سرقلم کرنے کی غیر مصدقہ خبروں سے مغرب کے جذبات کو بھڑکایا گیا اور غزہ کی پٹی پر بسنے والے 22 لاکھ لوگوں کو ختم کرنے کے منصوبے پر عمل درآمد کے لیے اس جھوٹے جواز کو استعمال کیا گیا۔ کچھ اسرائیلی رہنماؤں اور مغربی میڈیا کے تجزیہ کاروں نے حماس کے حملے کو 11 ستمبر کے حملوں سے تشبیہ دی ہے۔

اس میں کوئی دورائے نہیں ہے کہ دونوں جانب ہونے والی بے گناہ لوگوں کی اموات کی مذمت کی جانی چاہیے لیکن غزہ میں اس وقت جو قیامت ڈھائی جارہی ہے، ماضی قریب میں ہمیں اس کی مثال نہیں ملتی۔ نوآبادیاتی قوت کی جانب سے مظلوم اور محکوم آبادی کی نسل کشی سے بدتر کوئی امر نہیں ہے۔

اپنی حالیہ رپورٹ میں ہیومن رائٹس واچ نے تصدیق کی ہے کہ اسرائیل، غزہ اور لبنان میں اپنی عسکری کارروائیوں میں وائٹ فاسفورس کا استعمال کررہا ہے جس سے عام شہری سنگین اور دیر تک رہنے والے زخموں سے دوچار ہوسکتے ہیں۔

رپورٹ کے مطابق 'دنیا کی گنجان ترین آبادیوں میں سے ایک، غزہ پر وائٹ فاسفورس کے استعمال سے وہاں کی آبادی کے لیے خطرات بڑھ جاتے ہیں جبکہ یہ شہریوں کو غیرضروری طور پر خطرے میں نہ ڈالنے کے بین الاقوامی انسانی حقوق کے قوانین کی بھی خلاف ورزی ہے'۔

یونیسیف کی رپورٹ کے مطابق اسرائیل کی حالیہ فضائی بمباری سے سینکڑوں بچے ہلاک اور زخمی ہوچکے ہیں۔ 'تصاویر اور خبروں سے صورتحال واضح ہے، بچوں پر جلنے کے خوفناک نشانات ہیں، وہ بمباری سے زخمی ہوئے ہیں اور اعضا سے محروم ہوئے ہیں'۔ ان کیسز کی تعداد میں ہر لمحے اضافہ ہورہا ہے جبکہ اسپتالوں میں جگہ نہ ہونے کے باعث وہ علاج سے بھی محروم ہیں۔ ہلاک اور زخمی ہونے والی ہر قیمتی جان، غزہ میں جنم لینے والے انسانی المیے کی نشاندہی کرتی ہے۔

لیکن غزہ کے انسانی المیے کو نظرانداز کرتے ہوئے مغربی میڈیا اسرائیل کے ملٹری ایکشن کی حمایت جاری رکھے ہوئے ہے۔ حقائق کو مسخ کرکے مغربی میڈیا پروپیگنڈا پھیلانے میں ان لوگوں کا آلہ کار بن رہا ہے جو جنگ کے خواہش مند ہیں۔ ایسا محسوس ہورہا ہے کہ ان کی معروضی صحافت کا مقصد صرف اپنے حکمرانوں کی اسرائیلی حمایت کی غیرمبہم پالیسی کی حمایت کرنا ہے۔

گویا الیکٹرانک میڈیا پر جیسے کوئی ورچول سنسرشپ لاگو ہے اور یہاں منطقی خیالات کے لیے جگہ تنگ ہوتی جارہی ہے۔ مثال کے طور پر امریکا کے معروف ٹی وی نیٹ ورک ایم ایس این بی سی نے مبینہ طور پر 3 مسلمان اینکرز کو معطل کردیا کیونکہ وہ غزہ میں محصور عوام کی بپتا اپنے شو کے ذریعے دنیا کے سامنے لانے کی کوشش کررہے تھے۔ عرب نیوز کے مطابق ایک صحافی نے کہا کہ 'یہ بالکل 9 ستمبر کے بعد کا دور لگ رہا ہے کہ یا تو اس بحث میں آپ ہمارے ساتھ ہیں یا پھر ہمارے خلاف'۔

جس طرح چند مغربی میڈیا گروپس اسرائیلی بربریت اور فلسطینیوں کے بے رحمانہ قتلِ عام کے خلاف مظاہروں کی رپورٹنگ کررہے ہیں، اس سے ان کی سوچ کا اندازہ ہورہا ہے۔ بی بی سی ٹی وی کی رپورٹ میں فلسطینیوں کی حمایت میں کیے جانے والے مظاہرے کو 'حماس کی حمایت میں مظاہرے' کے طور پر بیان کیا گیا۔ بعدازاں ادارے نے عوام کو گمراہ کرنے کا اعتراف کیا لیکن اس پر معذرت نہیں کی۔

بہت سے یورپی ممالک بشمول فرانس، جرمنی اور اٹلی نے مظاہروں پر پابندی لگادی ہے لیکن پابندی کے باوجود لوگ جنگی جرائم کا شکار ہونے والے فلسطینیوں کے حق میں ریلیاں نکال رہے ہیں اور ان سے اظہارِ یکجہتی کررہے ہیں۔ غزہ میں خراب ہوتی صورتحال سے عوام کے غم و غصے میں مزید اضافہ ہوگا۔

اگرچہ فلسطینیوں پر ڈھائے جانے والے ظلم پر مغربی مین اسٹریم میڈیا آنکھیں بند کیے ہوئے ہے لیکن اسرائیلی بمباری سے ہونے والی تباہی کی سوشل میڈیا اور الجزیرہ جیسے چند میڈیا نیٹ ورکس بھرپور کوریج کررہے ہیں۔ مگر اب ان پلیٹ فارمز کو بھی غزہ میں قتلِ عام کی رپورٹنگ اور تبصرے کرنے سے روکنے کے اقدامات کیے جارہے ہیں۔

نیویارک ٹائمز کی پلٹزر انعام یافتہ تحقیقاتی رپورٹر اور کولمبیا یونیورسٹی کی پروفیسر عظمت خان نے بتایا کہ انسٹاگرام اسٹوری پر غزہ میں جنگ کے حوالے سے پوسٹ کرنے پر ان کے اکاؤنٹ کو 'شیڈو بین' کردیا گیا۔ وہ ایکس پر لکھتی ہیں کہ 'یہ جنگ میں معتبر صحافت اور معلومات کے تبادلے کے لیے غیرمعمولی خطرہ ہے'۔

غزہ پر اسرائیل کی بلاتعطل بمباری، اسے فلسطینی بچوں کا مقتل بنانے اور لاکھوں لوگوں کو بے گھر کرنے کے دوران نیویارک ٹائمز کے اداریے میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی کہ 'اسرائیل جس کے دفاع کے لیے لڑ رہا ہے وہ ایک ایسا معاشرہ ہے جو انسانی زندگی اور قانون کی حکمرانی کو اہمیت دیتا ہے'۔

ایک ایسا اخبار جو جمہوریت اور انسانی حقوق کی حمایت کرنے پر فخر محسوس کرتا ہے، اس کے ایڈیٹرز کی جانب سے جرائم کی مرتکب نسل پرست حکومت کے دفاع سے زیادہ عجیب کچھ نہیں ہوسکتا۔ اس اداریے میں اسرائیلیوں کی طرف سے فلسطینی سرزمین کو نوآبادی بنانے اور وہاں کے باشندوں کو بے گھر کرنے کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

اور نیویارک ٹائمز آخر کس قانون کی حکمرانی کی بات کررہا ہے؟ حماس کے 7 اکتوبر کے حملے اور اسرائیلی خواتین اور بچوں کے اغوا کی مذمت کرتے ہوئے ایڈیٹرز نے جان بوجھ کر اس حقیقت کو نظرانداز کیا کہ اسرائیل کے پاس 5 ہزار فلسطینی قیدی ہیں۔

شہری آبادی پر فاسفورس بموں کا استعمال اور لاکھوں لوگوں کو خوراک سے محروم رکھنا، کیا یہ ایک ایسے ملک کی روش ہوسکتی ہے جو انسانی زندگی کو اہمیت دیتا ہے؟ اس طرح کے دوغلے پن اور مغرب کی حمایت نے اسرائیل کی مزید حوصلہ افزائی کی ہے اور حالات کو پہلے سے زیادہ غیر مستحکم کیا ہے۔

(بشکریہ ڈان)

سزائے موت کے معاملے پر ملک گیر مکالمے کی ضرورت ہے

فرحت اللہ بابر

اسلام آباد پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے سزائے موت کے خلاف عالمی دن کے موقع پر اسلام آباد میں ایک مشاورت کا اہتمام کیا جس میں سول سوسائٹی کے نمائندوں، وکلاء برادری، طالبعلموں، صحافیوں اور انسانی حقوق کے کارکنوں نے شرکت کی۔ سابق سینیٹر فرحت اللہ بابر نے خطاب کیا اور سزائے موت کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا۔ ذیل میں ان کے خطاب کا مختصر احوال بیان ہے۔

گذشتہ برس بھی ہم اکٹھے ہوئے تھے اور یہ بات کی تھی کہ سزائے موت ختم ہونی چاہیے اور یہ ختم نہیں ہوتی تو کم از کم موت کی سزا والے جرائم میں کمی کی جائے لیکن پچھلے سال کی نسبت اس سال حالات زیادہ خراب ہوئے ہیں۔ اس سال میں سمجھتا ہوں کہ ہم جب یہ دن منا رہے ہیں تو صورتحال ذرا زیادہ سنگین ہوگئی اور وہ اس طرح سے کہ ایک تو یہ کہ لگ بھگ 10۔15 دن پہلے سینٹ کمیٹی نے ایک پرائیویٹ ممبر بل منظور کیا اور کہا کہ سرِ عام پھانسی ہونی چاہیے یعنی ہم کوشش کر رہے ہیں، ہم آواز اٹھا رہے ہیں کہ سزائے موت کو کم کیا جائے اور پارلیمان کی سطح پر ایک پرائیویٹ ممبر بل منظور ہوتا ہے جو یہ مطالبہ کرتا ہے کہ "کچھ جرائم کے لیے سرِ عام پھانسی دی جائے۔" چنانچہ یہ بہت ہی منفی اور سنگین پیش رفت ہے۔

دوسری جو منفی پیش رفت ہوئی ہے پچھلے سال کے مقابلے میں وہ یہ ہے کہ فوجی عدالتیں قائم ہوگئی ہیں جن میں عام شہریوں کے ٹرائل بھی ہوں گے اور فوجی عدالتیں سزائے موت بھی سنائیں گی جس سے مراد یہ ہے کہ پچھلے سال کے مقابلے میں اس سال سزائے موت کا دائرہ کار بڑھ گیا ہے اور یہ خدشہ بھی بڑھ گیا ہے کہ زیادہ لوگ اس کا نشانہ بنیں گے۔ فوجداری نظامِ انصاف جو پہلے ہی ٹوٹا پھوٹا تھا اِس میں ایک اور دراڑ پڑ گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سزائے موت کو کم کرنے کی کوششوں کو ایک اور نقصان پہنچا ہے۔ تیسری منفی پیش رفت یہ ہے کہ اس ایک سال کے دوران فوجداری نظامِ انصاف کو بہتر کرنے کے لیے کوئی نمایاں کاوش نہیں کی گئی حالانکہ پچھلے سال بھی آواز اٹھائی گئی تھی کہ فوجداری نظامِ انصاف میں اصلاحات لائی جائیں۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ گذشتہ ایک برس کے دوران ہم نے پیچھے کی طرف سفر کیا ہے۔ سزائے موت کے خاتمے کے حوالے سے ہم نے ترقی کی بجائے تنزلی کی ہے۔

سزائے موت پر جسٹس پراجیکٹ پاکستان کی ایک رپورٹ کے مطابق، پاکستان میں سزائے موت زیادہ تر غریب اور پس ماندہ لوگوں کو دی جاتی ہے۔ یہ ان لوگوں کو نہیں دی جاتی جو امیر یا اثر و رسوخ والے ہیں۔ لیکن اب ملٹری کورٹس کے آنے سے اور جب ٹرائل باقاعدہ شروع ہوگا تو اس غیر محفوظ گروپ میں شاید ایک اور گروپ کا بھی اضافہ ہو جائے اور وہ ہوگا سیاسی مخالفین کا۔ صورتحال مزید خراب ہو گئی ہے کہ اب ملٹری کورٹ کسی کا بھی ٹرائل کر سکیں گی اور انہیں سزائے موت دے سکیں گی۔ اور وہ غیر محفوظ نہیں ہے اس لحاظ سے کہ وہ غریب ہیں وہ غیر محفوظ ہیں کیونکہ وہ مخالف سیاسی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ آج جب ہم آواز اٹھائیں تو ہم اس بات پر تشویش کا اظہار کریں کہاں تین یا چار وجوہات کے باعث گزشتہ سال کے مقابلے میں اس سال صورتحال مزید خراب ہوگئی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت 30، 33 جرائم کے لیے سزائے موت لاگو ہے۔ ہماری یہ کوشش ہے کہ جب تک سزائے موت مکمل طور پر ختم نہ ہو سزائے موت والے جرائم کم کر کے ان کی تعداد 20، 10، یا دو کر دی جائے۔ ایسے جرائم کی تعداد میں نمایاں کمی لائی جائے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ایک یہ آواز بھی اٹھانی چاہیے کہ سزائے موت پر کوئی بڑے پیمانے پر بحث نہیں ہوئی نہ پارلیمان میں، نہ صوبائی اسمبلی میں، نہ سول سوسائٹی میں، نہ لوکل گورنمنٹ کی سطح پر کوئی بحث نہیں ہوئی ہے۔ میرے خیال میں یہ بہت اہم ہے۔ میرے خیال میں سزائے موت کے موضوع پر ایک کھلی بحث ضروری ہے جس میں دانشور، ذرائع ابلاغ، سول سوسائٹی اور مقامی حکومتوں کے نمائندے حصہ لیں۔ وہ یہ دیکھیں کہ کیا سزائے موت جرائم کی راہ میں حائل ہوتی ہے؟ ہمارے خیال میں یہ حائل نہیں ہوتی۔ تو پھر یہ کہنا درست نہیں کہ قانون کو سخت کر دو اور سخت قانون بنا کر جرائم کو روکو۔ میرے خیال میں اس بیانیے کو چیلنج کیا جا سکتا ہے۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے، آپ نے نہیں دیکھا ہوگا کہ سول سوسائٹی میں اس پہ بحث ہوئی ہو۔ چنانچہ میرے خیال میں ہمیں اس معاملے پر آواز اٹھانے چاہیے۔

دوسرا نقطہ جو میں ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ چونکہ پس ماندہ طبقوں کو سزا ہو رہی ہے تو چند حفاظتی انتظامات کرنے چاہئیں۔ شفاف ٹرائل کا حق ہونا چاہیے۔ ہمارے ہاں شفاف ٹرائل کا حق میسر نہیں ہے۔ چنانچہ ہمیں شفاف ٹرائل کے لیے آواز اٹھانی چاہیے۔ دوسرا ہم نے دیکھا ہے کہ اعترافِ جرم کے لیے تشدد ہوتا ہے۔ یہ بہت عام ہے۔ جسٹس پراجیکٹ پاکستان کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ریاست اعترافِ جرم کروانے کے لیے تشدد کو بطورِ ہتھیار استعمال کر رہی ہے۔ چنانچہ میرے خیال میں ہمیں تشدد کے خلاف بھی آواز اٹھانی چاہیے۔ ایک اور توجہ طلب معاملہ میرے خیال میں رحم کی اپیل کا ہے۔ اسے بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔ ہم مطالبہ کریں کہ رحم کی اپیل کے طریقہ کار کا از سرِ نو جائزہ لے کر اس میں اصلاحات کی جائیں۔

گزشتہ سال جب ہم دس اکتوبر کو یہاں اکٹھے ہوئے تھے تو اس وقت یہ خبر تھی کہ حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ سزائے موت کی کے طریقہ کار میں ضروری اصلاحات لائے گی لیکن پچھلے سال سے وہ صرف اعلان ہی کی حد تک رہا ہے اور اس میں بہتری نہیں لائی گئی۔ اور اسی سلسلے میں جو ہمارے پاکستانی بھائی بیرون ممالک میں ہیں جن کو سزائے موت ہوئی ہے۔ سعودی عرب اور دوسرے ممالک میں، میرے خیال میں ہمیں ان کو بھولنا نہیں چاہیے اور آواز اٹھانی چاہیے کہ ان کو کونسلر سروس مہیا کی جائے اور ان کو وہاں قانونی مدد فراہم کی جائے کیونکہ وہاں اُن کا کوئی پرسان نہیں ہے۔ جو پاکستانی وہاں جیلوں میں پڑے ہوئے ہیں اُن کا بھی ہمیں خیال کرنا چاہیے اور اُن کے لیے آواز اٹھانی چاہیے اور یہ کہنا چاہیے کہ سزائے موت سے جرائم کم نہیں ہوتے۔ اصل میں ہوتا یہ ہے کہ غریب پھنس جاتا ہے اور امیر بچ جاتا ہے۔ ایسے نظامِ انصاف میں صرف غریب آدمی ہی پھنستا ہے جس میں سزائے موت اور جرائم کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

میں سمجھتا ہوں کہ آج کے دن ہمیں اُن کے لیے آواز اٹھانی چاہیے۔

شمالی سندھ: حل کی تلاش میں

ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ

یہ دستاویز یورپی یونین کی مالی معاونت سے تیار کی گئی ہے۔ اس دستاویز کے تمام مندرجات کی مکمل ذمہ داری پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی ہے اور کسی بھی صورت میں یورپی یونین کے نکتہ نظر کی عکاسی نہ سمجھا جائے۔

سپاس نامہ

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) اس فیکٹ فائنڈنگ مشن کا حصہ بننے پر اپنے کونسل آفس کے ارکان حنا جیلانی، سعدیہ بخاری اور قاضی خضر حبیب کے ساتھ ساتھ انسانی حقوق کے دفاع کار امداد چانڈیو کا شکرگزار ہے۔ ایچ آر سی پی اس مشن کے دوران تنظیم کے کو چیئر پرسن کے طور پر خدمات سرانجام دینے پر اسد بٹ صاحب کا، ابتدائی مسودے کی تیاری کے لیے عملے کی رکن شاز مان بٹ، ادارت اور نظر ثانی کے لیے ڈائریکٹر فرح ضیا اور مشن کو منظم کرنے کی غرض سے ایچ آر سی پی کے کراچی اور حیدر آباد کے علاقائی دفاتر میں کام میں مدد فراہم کرنے پر ندا تنویر اور غفرانہ آرائیں کا شکریہ ادا کرتا ہے۔

تعارف

ایچ آر سی پی، دو دہائیوں سے ہر چند سال میں ایک اعلیٰ سطحی فیکٹ فائنڈنگ مشن بھیج کر سندھ میں سیاسی اور انسانی حقوق کا باریک بینی سے مشاہدہ کرتے ہوئے ایک کے بعد ایک آنے والی حکومت کی توجہ، شہریوں کے جائز مطالبات کی جانب دلاتا رہا ہے، جن میں صحت اور تعلیم کی سہولیات، امن و امان کی بحالی، کمزور طبقات جیسا کہ عورتوں اور مذہبی اقلیتوں کا تحفظ، جبری گمشدگیوں کا خاتمہ اور دیگر بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں شامل ہیں۔ حالیہ برسوں میں شمالی سندھ سے بھاری تعداد میں شکایات موصول ہونے کے بعد شمالی سندھ کے مخصوص اضلاع میں مشن بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا۔

یہ مشن 14 سے 18 فروری 2023 کے دوران تشکیل پایا جو چیئر پرسن حنا جیلانی، سندھ کے نائب سربراہ قاضی خضر حبیب، کونسل کے رکن سعدیہ بخاری اور سینئر کارکن امداد چانڈیو پر مشتمل تھا۔ اسد بٹ صاحب نے ایچ آر سی پی کے شریک چیئر پرسن اور ایچ آر سی پی کے عملے کی رکن شاز مان بٹ صاحبہ نے رپورٹر کے طور پر حصہ لیا۔ اس ٹیم نے گھوٹکی، میر پور ماتھیلو، کندھ کوٹ، جیکب آباد، لاڑکانہ اور کراچی کا دورہ کیا جہاں اس مشن نے مشاورت، فوکس گروپ مباحث اور معلومات فراہم کرنے والے اہم لوگوں سے انٹرویوز کرنے کا اہتمام کیا۔ مشن نے 18 فروری 2023 کو کراچی میں منعقدہ ایک پریس کانفرنس کے دوران اس مشن کے ابتدائی انکشافات اور مشاہدات پیش کیے۔

وسیع تناظر میں اس مشن کا دائرہ کار:

☆ کمزور طبقات کے حقوق پر خصوصی توجہ مرکوز کرتے ہوئے، شمالی سندھ میں انسانی حقوق کی مجموعی صورت حال کا جائزہ لینا۔

☆ صنفی بنیادوں پر تشدد کے مقامی تناظر کو سمجھنا، خاص طور پر ان نقصان دہ رسم و رواج کو جو بلا روک ٹوک جاری ہیں۔

☆ مذہبی اقلیتوں کے اراکین کو درپیش حقوق کی خلاف ورزیوں، خاص طور پر جبری تبدیلی مذہب کی نوعیت اور شدت کو، دستاویزی شکل دینا۔

☆ اس علاقے میں مختلف گروہوں میں اظہار رائے اور اجتماع کی آزادی، تعلیم اور صحت کی سہولیات تک رسائی، حق ملکیت اور لیبر حقوق کی مجموعی صورت حال کا تجزیہ کرنا۔

☆ ریاستی مشینری میں مالیات، عدل و انصاف اور پولیس کی کارگردگی پر جاگیردارانہ قوتوں کے تسلط کے پس منظر میں سماجی، معاشی اور سیاسی حقوق کے قانون کے نفاذ کا جائزہ لینا۔

☆ خاص طور پر پسماندہ طبقات سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے بارے میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر انصاف تک رسائی کے ممکنہ طریقوں اور ان کی کامیابی کی نشاندہی کرنا۔

☆ 2022 کے سیلاب کے بعد متاثر گروہوں کی صورت حال کا تعین کرنا اور متعلقہ علاقوں میں بحالی کی کوششوں کی رفتار کا جائزہ لینا۔

☆ درج بالا خلاف ورزیوں سے نمٹنے کے لیے ضلعی اور صوبائی حکومتوں کے اقدامات اور کام کرنے والوں کے سامنے آنے والے مسائل کی شدت کا معائنہ کرنا

کندھ کوٹ میں ضلع کونسل کے دفتر میں سول سوسائٹی کے نمائندوں سے ملاقات

اس مشن کے دوران ایچ آر سی پی نے سول سوسائٹی کے اراکین، قانون دانوں، صحافیوں، طلبہ، مزدوروں، انسانی حقوق کے کارکنوں اور سیاسی رہنماؤں کے ساتھ بات چیت کی۔ ٹیم نے کئی حکومتی عہدیداروں سے بھی ملاقات کی جن میں گھوٹکی کے سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس (ایس ایس پی) تنویر حسین تنیو، گھوٹکی کے ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر ماجد حمید، جیکب آباد میں عورتوں کی ترقی کے ادارے کی ڈپٹی ڈائریکٹر خالدہ سومرو؛ لاڑکانہ کی ڈپٹی کمشنر رابعہ سیال؛ اور قمبر شہداد کوٹ کے ڈپٹی کمشنر سلیم اللہ اوڈھو شامل تھے۔ رپورٹ بنیادی طور پر ان شرکا کی زبانی شہادتوں اور انسانی حقوق کی صورت حال کے متعلق معلومات فراہم کرنے والے اہم لوگوں کی جانب سے دیے گئے تجزیوں پر مشتمل ہے۔ ایچ آر سی پی ان سب افراد کا شکرگزار ہے جنھوں نے شمالی سندھ میں انسانی حقوق کی صورت حال پر معلومات جمع کرنے میں ٹیم کی مدد کرنے کے لیے وقت نکالا اور یہ توقع رکھتا ہے کہ مستقبل میں جنوبی سندھ میں بھی انسانی حقوق کی صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے ایک اور مشن تشکیل دیا جائے گا۔

عورتوں پر تشدد

مشن کی توجہ جس غالب تشویش کی جانب دلائی گئی وہ عورتوں پر مقامی طور پر تشدد سے متعلق تھی۔ خاص طور پر کاروکاری (غیرت کے نام پر قتل) کی صورت میں ناقابل تردید احکام کی قبولیت کی حامل نقصان دہ رسمیں جاری رہیں۔ انٹرویو دینے والے ایک شخص کے مطابق، ان حملوں کا بڑا حصہ بلوچستان کی صوبائی سرحد کے قریب واقع شہروں کندھ کوٹ اور جیکب آباد میں پیش آیا۔ مشن کو بتایا گیا کہ ان مقدمات کے مظلوموں میں کم عمر لڑکیاں، شادی شدہ عورتیں اور حتیٰ کہ بڑی

عمر کی عورتیں شامل ہیں۔ روہڑی سے تعلق رکھنے والی انسانی حقوق کی ایک کارکن کے مطابق بڑی عمر کی عورتیں زیادہ تر جائیداد کے تنازعات کی بنیاد پر، اپنا حق وراثت جتانے کے باعث نشانہ بنیں۔ مکمل طور پر مردوں پر مشتمل جرگہ یا دیہی کونسل، جو جاگیرداروں کی سرپرستی میں قبیلوں کے سربراہان اور مذہبی پیشواؤں کا ادارہ ہے، کی جانب سے انصاف فراہم کرنے کی کڑی روایت کے بارے میں افسوس ناک شکایات ملیں، جس کے تحت افراد کو غیر قانونی سزائیں دی گئیں، جن میں عورتوں کو دی گئی سزائے موت بھی شامل تھی۔ اگرچہ یہ کونسلیں اور جرگے 2019 میں سپریم کورٹ کی جانب سے غیر قانونی قرار دے دیے گئے تھے لیکن اس سے قانون کے معاملے میں کوئی خاطر خواہ ازالہ نہ ہو پایا۔

کندھ کوٹ کے ایک وکیل نے غیرت کے نام پر قتل کے ایسے آٹھ مقدمات میں ابتدائی رپورٹ (ایف آئی آر) کے اندراج اور ابتدائی قانونی عمل کے آغاز کے متعلق اپنی بے بسی کا اظہار کیا۔ مشن نے یہ مشاہدہ بھی کیا کہ غیرت کے نام پر قتل کے کئی مقدمات میں، مقدمے کے اندراج کی خواہش، اور تفتیش کرنے والے عہدے داروں کی تبدیلی کے لیے قانون کی دفعات 22اے اور 22بی کے تحت درخواستیں دائر کرنے کی کوششیں بھی لاحاصل رہیں۔

ٹیم کو صنفی بنیاد پر تشدد بشمول جسمانی اور جنسی حملے، حراست، زندہ دفن کرنے اور قتل کرنے سے متعلق ایسی خطرناک رپورٹس ملیں، جن کا بڑا حصہ کبھی عام لوگوں کے سامنے نہیں لایا گیا۔ کندھ کوٹ کے نزدیک رشیدہ کھوسو کی بیٹی 24 سالہ حاملہ عورت نازیہ کھوسو، اور اس کی دو سالہ بیٹی کوثر کے اغوا کا ایک واقعہ مشن کے علم میں آیا۔ بنگوار قبیلے سے تعلق رکھنے والے مبینہ ملزمان کے خلاف اغوا اور قتل کے ساتھ ساتھ ایک ایف آئی آر انسداد دہشت گردی ایکٹ کے تحت درج ہوئی۔ مغوی عورت اور اس کی بیٹی کی بازیابی کے لیے، علاقے کے انسانی حقوق کے کارکنوں کی جانب سے مؤثر اقدامات کے مطالبے کے باعث اس واقعے کو مقامی طور پر بہت توجہ حاصل ہوئی۔ اس علاقے میں مشن کے دورے کے چند دن بعد انسانی حقوق کے کارکنوں نے مغویوں کے بازیاب نہ ہونے کے خلاف احتجاج کیا۔ متاثرہ خاندان اور احتجاج کرنے والوں کے تحفظات دور کرنے کی بجائے پولیس نے انسداد دہشت گردی کے تحت ایچ آر سی پی کی گورننگ کونسل کے رکن امداداللہ کھوسو سمیت احتجاج کرنے والوں کے خلاف مقدمات درج کیے۔ اس رپورٹ کے مندرجات مکمل ہونے تک موصول ہونے والی معلومات کے مطابق وہ عورت اور اس کی بیٹی ابھی تک بازیاب نہ ہو سکے اور پرامن احتجاج کرنے والے کارکن انسداد دہشت گردی ایکٹ کے تحت مقدمات کا سامنا کر رہے ہیں۔ غیر مصدقہ اطلاعات کے مطابق، وہ عورت جو اغوا کے وقت حاملہ تھی، اس کے ہاں اغوا کے دوران مردہ بچے کی پیدائش ہوئی۔ ایچ آر سی پی اس مقدمے کے بارے میں گہری تشویش رکھتا ہے، اور قانون نافذ کرنے والے مقامی اداروں کی جانب سے عورت کے ساتھ برتے جانے والے ناروا سلوک پر اسے تحفظ دینے کی کاوش کو ناقص سمجھتا ہے، جو پرامن احتجاج کرنے والوں کے حقوق کی سنجیدہ خلاف ورزی سے دوگنا خراب ہو جاتی ہے۔

عورتوں اور لڑکیوں کے اغوا قبائلی جھگڑوں کے بڑھتے ہوئے تنازعات کا نتیجہ بھی ہیں۔ گھوٹکی میں ابار و قبیلے سے تعلق رکھنے والے شر قبیلے کے اراکین کا دعویٰ ہے کہ ان کے قبیلے کی عورتوں کو اس طرح کے جھگڑے میں نشانہ بنایا گیا اور وہ عورتوں کے خلاف تشدد کر کے مخالف قبیلے کو بے عزت کرنے کی سوچ کے باعث اب تک ایک طرح سے خطرات کی زد میں ہیں۔ مشن کو یہ بھی بتایا گیا کہ ان بھیانک حملوں کے کچھ متاثرین کو قتل کیا گیا اور ان کی لاشیں ساحلی علاقوں سے ملیں۔ گھوٹکی کے رہائشیوں کا کہنا تھا کہ سندھ کا کچے کا علاقہ، جو دریائے سندھ کے کنارے کے ساتھ ساتھ سیلابی میدانوں پر مشتمل ہے، خاص طور پر ان عورتوں اور بچوں کی لاشیں پھینکنے کے حوالے سے ایک بدنام مقام ہے۔ پنجاب اور بلوچستان کی سرحد پر آر پار لے جائے جانے والے متاثرین میں سے بھی بڑا حصہ دو صوبوں کو ملانے والے ضلع کشمور کے کچے کے علاقے میں قتل کیا جاتا ہے۔ اس علاقے میں کام کرنے والی ایک این جی او کے ملازم نے نشان دہی کی کہ عورتوں کی لاشوں کے معائنے اور پوسٹ مارٹم کے حوالے سے طبی و قانونی معاملات میں عورت ڈاکٹروں اور عورت فرانزک ماہرین کی کمی، سوگوار خاندانوں یا متاثرین کے لواحقین کو میڈیکل سرٹیفکیٹ لینے میں مانع ہے اور یوں ان مقدمات کی قانونی پیروی میں رکاوٹ آتی ہے۔

گھوٹکی سے ایک پولیس افسر نے الزام لگایا کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں نے اس کے اور اس کے چچا جو خود بھی پولیس ملازم ہیں، کے خلاف اس وقت انتقامی کارروائی کی جب وہ اپنی خاتون رشتہ دار کے اغوا کی تفتیش کر رہے تھے۔ اس کے بقول ابتدا میں تو پولیس نے ایف آئی آر درج کرنے سے انکار کر دیا اور بعد ازاں غلط معلومات کے ساتھ ایف آئی آر درج کی تا کہ مقدمے کی تفتیش کا رخ موڑا جا سکے۔ پولیس کے عہدے دار نے دعویٰ کیا کہ اس کے چچا کو اپنے سینئرز کے علم میں لائے بغیر تفتیش کرنے کی بنیاد پر نوکری سے معطل کیا گیا اور انتقامی کارروائی کرتے ہوئے اسے اور اس کے خاندان کو کئی جھوٹے مقدمات کا سامنا کرنا پڑا۔

گھوٹکی کے ایس ایس پی تنویر حسین تنیو کے ساتھ ملاقات کے دوران مشن نے ان سے ان الزامات کے متعلق پوچھا۔ ایس ایس پی نے ان الزامات کی تردید کی اور بتایا کہ مذکورہ ملازمین نے عمداً آگ لگائی اور ممکنہ اغوا کاروں کی املاک لوٹیں۔ وہ اس موقف پر قائم تھے کہ ان کے خلاف اٹھائے گئے اقدامات نظم و ضبط سے متعلق تھے اور ان کے معاملات اسی تناظر میں تھے۔ بہرحال جو بھی ہو، مشن اس حوالے سے ابھی تک تشویش میں مبتلا ہے کہ مشن کی تکمیل کے وقت تک متاثر فرد غائب تو تھا لیکن ابھی تک ملزم کے خلاف قانونی کارروائی ہونا باقی تھی۔

مشن نے جب غیرت کے نام پر قتل کے مقدمات میں سزاؤں کی شرح کم ہونے کے متعلق سوال کیا تو ایس ایس پی کا کہنا تھا کہ گواہوں کی گواہی میں کمی کا مطلب ہے کہ اکثر مقدمات واقعاتی ثبوتوں کی بنیاد پر درج ہوئے جن کا نتیجہ استغاثہ کی ناکامی کی صورت میں نکلا۔ تاہم انھوں نے یہ دعویٰ کیا کہ غیرت کے نام پر قتل کے واقعات میں پچھلے سال کے مقابلے میں کمی دیکھی جا رہی ہے (ایچ آر سی پی کی جانب سے معلومات کی فراہمی کی درخواست پر سندھ پولیس کی جانب سے دیے گئے اعداد و شمار کے مطابق 2021 کے 120 مقدمات کے برعکس 2022 میں یہ تعداد 98 رہی)، تاہم ایس ایس پی نے یہ تسلیم کیا کہ شہریوں نے اکثر پولیس کی کارروائی کو کافی شک کی نگاہ سے دیکھا۔ انھوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ ضلع گھوٹکی میں عورت پولیس ملازمین کی 233 خالی اسامیوں پر ایک بھی بھرتی نہیں کی گئی۔ ان کے نزدیک عورت درخواست گزار تعلیمی قابلیت کے لحاظ سے مطلوبہ معیار پر پوری نہیں اترتیں۔ تاہم کئی عورتوں کو قبائل کی جانب سے متفقہ طور پر پولیس کے محکمے میں بھرتی ہونے سے باقاعدہ طور پر روکا جاتا ہے۔

جیکب آباد میں ڈیپارٹمنٹ آف وومن ڈویلپمنٹ کی ایک خاتون رکن نے بتایا کہ جیکب آباد شہر کی پولیس میں کل چار خواتین ہیں، جن میں سے دو سپاہی متبادل کے طور پر تیار رہتی ہیں اور دوسری دفتری کام کرتی ہیں۔ مشن کو یہ بھی بتایا گیا کہ گھریلو تشدد کا نشانہ بننے اور زندہ بچ جانے والی عورتوں کا تناسب بہت بڑا ہے۔ مثال کے طور پر، کندھ کوٹ میں ایک خاتون سیاسی کارکن نے ایک پالتو پرندے کی چوری کے الزام میں اپنی بہن کی اس کے شوہر کے ہاتھوں قتل کی کہانی بیان کی، جسے چارپائی کے ساتھ باندھ کر مارا پیٹا گیا اور چار گھنٹے محصور رکھا گیا۔

گفتگو کرنے والے نے پولیس کی شدید بے حسی کی شکایت کی اور دعویٰ کیا کہ ان کی جانب سے مجرمانہ سستی اس کی بہن کی موت کا سبب بنی۔ پولیس کے بار بار کی ناکامیوں کے دعووں کے دوران، مشن کے علم میں یہ بات آئی کہ مظلوموں کے لیے قابل رسائی اور محفوظ پناہ گاہوں کی شدید کمی ہے۔ عورتوں کی پناہ گاہیں، جنھیں دارالامان کہا جاتا ہے، سندھ ڈیپارٹمنٹ آف وومن ڈویلپمنٹ کے دائرہ کار میں آتی ہیں

جو غیر فعال اور ملازمین کی کمی کا شکار ہے۔ صوبے کی اس قسم کی چار سہولتوں میں سے، دو شمالی سندھ کے شہروں لاڑکانہ اور سکھر میں واقع ہیں۔ رپورٹس کے مطابق پناہ کی طالب خواتین کو جان جوکھوں میں ڈال کر طویل فاصلے طے کرنے پڑتے ہیں اور وہ اکثر جسمانی تشدد کے خطرے سے دوچار رہتی ہیں۔ ان پناہ گاہوں میں محدود مالی وسائل کے سبب عورتوں کو طبی سہولیات اور قانونی مدد کی کمی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہ کمروں کی کمی کی وجہ سے تنگ جگہ پر سکڑ کر رہتی ہیں اور کسی مستقل تربیت سے عاری انتظامیہ اور سٹاف کی جانب سے ظالمانہ رویے کا سامنا کرتی ہیں۔ تاہم، جیکب آباد میں ڈیپارٹمنٹ آف وومن ڈیولپمنٹ کی ڈپٹی ڈائریکٹر خالدہ سومرو نے دعویٰ کیا کہ روزن جیسی این جی اوز کے تعاون سے ان پناہ گاہوں میں قانونی امداد اور ووکیشنل تربیت فراہم کی گئی۔

انھوں نے یہ بھی بتایا کہ تربیت اور تفریح کے زیادہ تر کورس ایسے قلیل مدتی منصوبوں کی مد میں فنڈز کی دستیابی سے مشروط تھے۔ سومرو کے مطابق، ان پناہ گاہوں میں موجود 90 فیصد عورتیں غیرت کے نام پر ہونے والے جرائم کے تصفیوں میں شامل ہوتی ہیں۔ عورتیں اور لڑکیاں معیاری تعلیم کی راہ میں خواتین کے لیے مخصوص تعلیمی اداروں کی کمی جیسی ناقابل عبور رکاوٹوں کا سامنا کر رہی ہیں۔ کشمور، کندھ کوٹ کی ضلعی بار ایسوسی ایشن کے جنرل سیکرٹری ایڈووکیٹ عبدالغنی جمالی نے انکشاف کیا کہ لڑکیوں کے پرائمری سکول نایاب ہیں اور ضلع کے قرب و جوار میں لڑکیوں کے لیے کوئی ڈگری کالج نہیں۔ صنفی بنیادوں پر بڑھتے ہوئے جرائم، خاص طور پر مذہبی اقلیتوں کے افراد جن کا زیادہ شکار ہیں، کی وجہ سے یہ خاندان عورتوں اور لڑکیوں کے عام لوگوں میں آنے جانے کے حوالے سے ہچکچاہٹ کا شکار ہیں۔ کندھ کوٹ سے کچھ مزید انٹرویو دینے والوں نے پولیس، عدالتوں اور دیگر اہم شعبوں میں عورتوں کے تناسب کی کمی کی مذمت کی۔ مشن نے انسانی حقوق کی تنظیموں کی جانب سے عورتوں کے تعلیم کے حق کا حصول ممکن بنانے کی کوششوں کی، ایک حوصلہ افزا علامت کے طور پر تعریف کی۔ کندھ کوٹ میں ایک کارکن نے عورتوں کے حقوق کی ایک تنظیم میں اپنے کام کے بارے میں بات کی جو میر پور خاص میں سکول سے بے دخل ہونے والے بچوں کے دوبارہ داخلے کی حوصلہ افزائی کرنے کے ساتھ ساتھ بالغوں میں فیصلہ سازی کا ہنر پیدا کرنے کے لیے مہم چلاتی ہے۔

ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر گھوٹکی، ماجد حمید نے سندھ ایجوکیشن فاؤنڈیشن کی جانب سے اٹھائے گئے اقدامات کے بارے میں بات کی، جو ایک سرکاری ادارہ ہے، اور پسماندہ گروہوں کی لڑکیوں کی تعلیمی پروگراموں تک رسائی کو وسعت دینے کے لیے سرگرم عمل ہے۔ تاہم، عورتوں کی سیاسی شمولیت کو لڑکیوں کی تعلیمی مشکلات سے ملتی جلتی مشکلات کا سامنا ہے، جنھیں مرد سیاسی رہنماؤں کی دھونس اور دھمکی مزید گھمبیر بناتے ہیں۔ بدین سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون سیاسی کارکن نے بلدیاتی انتخابات میں حصہ لینے والی پہلی خاتون ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے مشن کو بتایا کہ اس کے خاندان کو سیاسی مخالف کی جانب سے، جو علاقے کا بااثر سردار ہے، دھمکیاں موصول ہوئیں۔ کندھ کوٹ کے وکلا نے 8 مارچ 2022 کو خواتین کے عالمی دن کے موقع پر 1200 لوگوں کا اجتماع منعقد کیا، جس میں مارچ اور حقوق کی آگاہی کے سیمینار کے انعقاد کے لیے کوئٹہ تک سے خواتین نے شرکت کی۔ یہ پروگرام کامیاب رہا سو کچھ مقامی دینی رہنماؤں کی جانب سے احتجاج میں حصہ لینے والوں کے خلاف فتووں کا ایک سلسلہ چل پڑا۔ ایک عورت مارچ گھوٹکی میں بھی ہوا۔ مشن نے صحت کی سہولیات تک رسائی کے حوالے سے مردوں اور عورتوں میں نمایاں عدم مساوات کا مشاہدہ کرتے ہوئے بتایا کہ زچہ و بچہ کے قریب ترین مراکز لاڑکانہ اور سکھر جیسے گنجان آباد شہروں میں واقع ہیں۔ گھوٹکی میں ایک وکیل نے بتایا کہ قریب ترین ہسپتال جو شہر سے تیس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، تک پہنچنے کے دوران اکثر عورتیں رستے میں وفات پا جاتی ہیں۔

مذہبی اقلیتیں

سندھ اپنے دیہی علاقوں میں ہندوؤں کی بہت بڑی آبادی اور اس کے بعد عیسائی، سکھ، پارسی، کالاش اور بدھ مت اقلیتوں کی آبادی کے حوالے سے منفرد امتیاز رکھتا ہے۔ مشن کو پورے عمل کے دوران ہندو اور عیسائی کمیونٹی کے نمائندوں، وکلا، اساتذہ، طلبہ اور سیاسی کارکنوں سے ملنے کا موقع ملا۔ ایسے ہی ایک موقع پر، مشن کی ملاقات میغوار محلّہ کے رہائشیوں سے ہوئی، یہ ضلع گھوٹکی کا سرحد نامی قصبہ ہے جو 50 گھروں اور 500 سے زیادہ افراد پر مشتمل ہے۔ اس ملاقات سے مشن نے یہ اندازہ لگایا کہ سماجی ہم آہنگی کے دعووں کے باوجود شمالی سندھ کی مذہبی اقلیتیں ادارہ جاتی امتیاز، خواہ مخواہ کے توہین مذہب کے الزامات اور عقیدے میں تبدیلی کے حوالے سے اپنے حقوق کی خلاف ورزیوں کے متعلق خود کو خطرات سے دوچار محسوس کرتی ہیں۔

میغوار محلّہ کالونی، سرحد، گھوٹکی کے ہندو رہائشیوں کے ساتھ ملاقات میں گھوٹکی کے سول سوسائٹی کے نمائندوں نے

جیکب آباد میں ایک بپتسمہ کرنے والے چرچ کے پادری نے ووٹ ڈالنے والی خواتین کے تحفظ کے حوالے سے تشویش کا اظہار کیا

اپنے ضلع کو جبری تبدیلی مذہب کا مرکز قرار دیا، کہ جہاں ماضی میں کئی اعلیٰ سطح کے معروف واقعات سامنے آئے۔ انھوں نے میاں مٹھو کے نام سے معروف مقامی سیاست دان اور مسلم رہنما میاں عبدالحق کی جبری تبدیلی مذہب اور زبردستی کی شادیوں میں غیر قانونی مداخلت کا ذکر کیا۔ ان کے مطابق پیر اپنے اثر و رسوخ اور ریاست کے حمایت یافتہ رابطوں کو گھوٹکی، ڈھرکی سے بھی آگے واقع اپنے مدرسے، درگاہ برچنڈی شریف میں تبدیلی مذہب کے لیے استعمال کرنے کے حوالے سے بدنام ہے۔

یہ الزام بھی لگایا گیا کہ میاں مٹھو کا مدرسہ کم عمر ہندو لڑکیوں کے اغوا میں ملوث ہے جنھیں بعد میں جبراً مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے اور مسلمان لڑکوں سے شادی کرائی جاتی ہے۔ میاں مٹھو کے اس دعوے کو کہ لڑکیاں اپنی مرضی سے مذہب تبدیل کرتی اور شادی کرتی ہیں، ہندو خاندانوں نے سختی سے مسترد کرتے ہوئے یہ نکتہ اٹھایا کہ ان کی اکثریت تو ابھی کم عمر ہے۔ انھوں نے یہ سوال بھی اٹھایا کہ ایسا ہے تو پھر ہندو لڑکے اپنے عقیدے کی تبدیلی کی ضرورت محسوس کیوں نہیں کرتے۔ ان میں سے چند ایک نے میاں مٹھو اور اس کے بھتیجے میاں محمد جاوید کے خلاف صف آرا ہونے کے لیے بااختیار ہونا محسوس کیا، جو اپنے انکل کے ساتھ ان جبری حراستوں میں مرکزی کردار کے طور پر نمایاں ہوا ہے۔ بات کرنے والوں نے مشن کو بتایا کہ 2020 کے اواخر میں سمرن کماری کے مقدمے میں، جو اپنے خاندان کے مطابق سترہ سال کی عمر میں میرپور متھیلو میں اپنی خالہ کے گھر سے غائب ہوئی تھی، خوف کے مارے شہریوں کو احتجاج کرنے سے کیسے باز رکھا گیا۔ بعد میں اس کے خاندان کو بتایا گیا کہ وہ مٹھو کی درگاہ پر اسلام قبول کرنے پہنچ چکی ہے، اس نے اپنا نام عائشہ رکھا ہے اور اسی دن ایک مسلمان لڑکے سے شادی کر رہی ہے۔ درگاہ نے سمرن کی عمر بھی اکیس برس قرار دی۔ جنوری 2021 میں ایک ایڈیشنل سیشن جج نے سمرن کے خاندان کو

بیٹی کی بازیابی سے روکنے کا عدالتی حکم نامہ جاری کیا۔گھوٹکی سے تعلق رکھنے والے ایک وکیل نے سمرن کا کیس لینے کے معاملے میں وکلا برادری کی ہچکچاہٹ پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ یہ متعدد حوالوں کا سبب تھا۔جیکب آباد کے ایک شہری نے یہ انکشاف بھی کیا کہ وہ ان مسلمانوں میں سے تھا جنھوں نے اس مقدمے کے بارے میں اپنے رنج و غم کا اعلانیہ اظہار کیا اور اس کے نتیجے میں اس پر من گھڑت الزامات عائد کیے گئے۔اگرچہ سندھ چائلڈ میرج ریسٹرینٹ ایکٹ 2013 نے شادی کے لیے کم از کم عمر کی حد 18 سال مقرر کر دی اور کم عمری کی شادی کو جرم قرار دے دیا لیکن مذہبی اقلیتوں کے افراد محسوس کرتے ہیں کہ اس سے کوئی خاطر خواہ بہتری نہیں آئی۔شادی کی عمر کی حد 16 سال ہے۔انھوں نے دو ہندو بہنوں رینا اور روینا کے اغوا اور جبراً تبدیلی مذہب اور شادی کا حوالہ دیا، جنھیں میاں مٹھو کے مسلح شاگرد مارچ 2019 میں رحیم یار خان لے کر گئے۔خاندان نے دعویٰ کیا کہ وہ کم عمر تھیں لیکن اسلام آباد ہائی کورٹ نے انھیں اپنے مسلمان شوہروں کے ساتھ رہنے کی اجازت دی۔

کچھ لوگوں کا نکتہ نظر یہ تھا کہ جبراً مذہب تبدیل کرنے والوں کے خاندانوں نے اپنی لڑکیوں سے ملنے یا انھیں واپس لینے سے انکار کر دیا۔خطرناک بات یہ ہے کہ کم عمر لڑکیوں کی مرضی کو ان اداروں نے بھی دفاع کیا جو بچوں کے حقوق کی شناخت اور تحفظ کے ذمہ دار ہیں۔جیکب آباد میں بچوں کے تحفظ کے ایک سابقہ افسر نے مشن کو ملاقات کے دوران بتایا کہ جبراً مذہب تبدیل کرنے والی لڑکیوں کی اکثریت کم عمر ہے لیکن انھوں نے یہ بات یقین سے کہی کہ وہ کسی مسلمان لڑکے کی محبت میں گرفتار ہونے کے بعد اسلام کی طرف راغب ہوئیں۔میگھواڑ کالونی کے ہندو رہائشی جبراً تبدیلی مذہب سے متعلق معاملات کو افشا نہیں کرتے، اگرچہ مشن نے یہ محسوس کیا کہ گفتگو کے دوران مسلمان سہولت کار کی موجودگی شاید انھیں کھل کر بات کرنے سے روکتی ہے۔

ایس ایس پی گھوٹکی تنویر تنیو نے بتایا کہ مذہبی اقلیتوں کی جانب سے دائر کی گئی شکایات کو دیگر جرائم پر ترجیح دی جاتی ہے۔انھوں نے یہ بھی بتایا کہ ان کے چھ ماہ کے دور میں جبراً تبدیلی مذہب کا ایک بھی واقعہ سامنے نہیں آیا۔انھوں نے متاثرین کی سندھ سے پنجاب منتقلی کا اشارہ دیتے ہوئے وضاحت کی کہ اس طرح کے مقدمات ان کے اور سندھ چائلڈ میرج ریسٹرینٹ ایکٹ کے دائرہ کار سے باہر ہیں۔قمبر شہداد کوٹ کے ڈپٹی کمشنر، سلیم اللہ اوڈھو نے مبینہ طور پر مذہب تبدیل کرنے والوں کو اپنے والدین کے پاس واپس آنے پر قائل کرنے کی کوششوں کو دہرایا، لیکن ایک بار عقیدے کے اعلان کے بعد ان کے معاملات میں مداخلت کرنے سے خود کو معذور پانے کو تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ یہ خود ہماری عزت کا معاملہ بن جاتا ہے۔

مشن نے قابل غور خطرے کو محسوس کرتے ہوئے جبراً تبدیلی مذہب کے حوالے سے اقلیتوں سے تعلق رکھنے والی نوجوان لڑکیوں کے آسان ہدف ہونے کے انتہائی تاثر کا مشاہدہ کیا۔ہندو اور مسیحی عورتوں کی نقل و حرکت کی آزادی محدود ہے جو انھیں تعلیم کے حصول کے مواقع سے محروم کرتی ہے:میگھواڑ محلے کے رہائشیوں نے انکشاف کیا کہ 'اغوا کے ڈر سے' ان کی کمیونٹی کی ایک بھی لڑکی سکول نہیں جاتی۔جیکب آباد میں ایک ہندو بلدیاتی نمائندے نے بتایا کہ گذشتہ برسوں میں عورتوں کی تعلیم کی سطح خراب تر ہوئی ہے۔انھوں نے بتایا کہ ایس ایم کے انسٹیٹیوٹ آف نرسنگ شکارپور کے میڈکل کالج میں مسیحی لڑکیوں کے دس برس قبل کے 15 داخلوں کے مقابلے میں اس سال صرف ایک داخلہ ہوا۔اس خلا کو پر کرنے کے لیے شہر کے کلیساؤں میں لڑکیوں کے لیے ووکیشنل پروگراموں کے اجرا کی کوشش کے دوران انھوں نے محسوس کیا کہ والدین لڑکیوں کو اپنی مذہبی کمیونٹی کے مراکز میں بھیجنے پر زیادہ آمادہ ہیں۔علاوہ ازیں ہندوؤں میں کم عمر شادیوں کا بڑھتا ہوا رجحان دیکھنے میں آیا کیونکہ خاندان اپنی لڑکیوں کو مذہب کی جبری تبدیلی سے محفوظ رکھنے کے لیے، ان کی شادی میں عجلت برتتے ہیں۔

اقلیتوں کی عبادت گاہوں پر تواتر سے حملوں کی خبریں ملیں۔لوگوں نے 2019 میں گھوٹکی میں مندروں کی بے حرمتی کے تین واقعات سے مشن کو آگاہ کرتے ہوئے شدید غم و غصے کا اظہار کیا۔انھوں نے دیگر مقامات پر ہندو مندروں کو وسعت دینے کے لیے درکار زمین کی عدم دستیابی کی شکایت کی۔میگھواڑ محلہ کمیونٹی کے ارکان نے بتایا کہ ان کی کالونی کا مندر اتنا تنگ ہے کہ بمشکل دو لوگوں کی جگہ بنتی ہے۔توہین مذہب کے قانون کا غلط استعمال پریشان کن حد تک مسلسل ہو رہا ہے اور اکثر و بیشتر اس کی خبر سامنے نہیں آتی۔ہندو رہنماؤں نے 2022 مین نوتن لال کو ایک سیشن کورٹ کی جانب سے عمر قید کی سزا سنائے جانے پر دکھ کا اظہار کیا۔نوتن لال ایک ہندو استاد ہیں جو گورنمنٹ ڈگری کالج گھوٹکی میں پڑھاتے ہیں اور ان پر 2019 میں دسویں جماعت کے ایک طالب علم کی جانب سے توہین مذہب کا الزام لگایا گیا تھا، جس کی ویڈیو سوشل میڈیا پر بہت پھیلی تھی۔استاد کو عمر قید کے علاوہ 50 ہزار روپے جرمانہ بھی ہوا۔گھوٹکی کے ایک وکیل نے بتایا کہ اس وقت کوئی وکیل ان کا مقدمہ لڑنے کو تیار نہ تھا۔

اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے شکایات کنندگان نے اس بات پر زور دیا کہ انھیں تقاریر، رابطوں اور کاموں میں ہدایات کا پابند بنایا جا رہا ہے۔مشن کو ایک واقعے کے بارے میں جان کر کافی پریشانی ہوئی کہ جس میں گھوٹکی سے تعلق رکھنے والے ایک ہندو لڑکے پر ایک مسلمان لڑکے کے والد کی جانب سے بدکاری کا الزام لگایا گیا جس کے بارے میں یہ انکشاف ہوا کہ وہ لڑکے آپس میں گلے ملے تھے۔بتانے والوں کے مطابق ہندو لڑکے کے خاندان نے عدالت میں تصفیے کے دوران 50 ہزار روپے ادا کیے۔کچھ مقامی ہندوؤں نے سماجی اجتماعات اور سیاسی جلسوں میں ان کی آمد کو برا سمجھنے کا تاثر محسوس کرنے کے بارے میں بتایا۔امتیازی سلوک کی دیگر مثالیں زیادہ واضح تھیں، جیسا کہ پورے صوبے میں کام کرنے والے مقامات اور ہوٹلوں پر انھیں کھانا اور پانی الگ برتنوں میں دیا جانا، جنھیں سنہرے پیالے، گلاس اور پلیٹیں کہا جاتا ہے۔ایک وکیل مٹی کمار نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ اسے تسلسل سے غیر ملکیوں کی طرح باہر کا سمجھا جاتا ہے اور اس کی شناخت کو بھارتی قومیت کے ساتھ ملایا جاتا ہے۔اس عدم قبولیت کے احساس کے ساتھ اس نے تلخی سے دعویٰ کیا کہ 'میں اپنے ملک سے تعلق رکھنے کا دعویٰ کرتا ہوں'۔مذہبی اقلیتوں کے خلاف ان واقعات کا تسلسل معاشرے میں سرایت کر جانے والے رویے اور منظم رکاوٹوں کی نشاندہی کرتا ہے جو انھیں کمیونٹی کے ساتھ مل جل کر رہنے کی زندگی سے دور کرتا ہے۔کندھ کوٹ کے وکلا نے بتایا کہ پچھلے برس کشمور کے متعدد ہندو خاندان ملک ہی چھوڑ گئے۔

مذہبی اقلیتوں میں بے روزگاری کی شرح نمایاں طور پر بلند ہے جو ان کے افرادی قوت کا حصہ بنانے کے ضمن میں حکومتی ناکامی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔سندھ نے مذہبی اقلیتوں کے لیے 5 فیصد کوٹہ مختص کر رکھا ہے لیکن اس کا نفاذ کمزور اور ناکافی ہے۔یہ بتایا گیا کہ میغوار کالونی کے 500 افراد میں سے صرف چار کو اقلیتوں کے کوٹے پر ملازمت دی گئی۔اسی طرح، اقلیتوں کی سیاسی نمائندگی بھی کم سے کم رہی۔میغوار کمیونٹی کے ارکان نے بتایا کہ گذشتہ ضمنی انتخابات میں ضلع گھوٹکی میں محض ایک ہندو سیاسی کامیابی سمیٹتے ہوئے، پاکستان پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر ڈھرکی یونین کونسل سے منتخب ہوا ہے۔جیکب آباد کے چرچ کے ایک پادری نے اضافہ کرتے ہوئے بتایا کہ بلدیاتی انتخابات میں بھی خواتین باہر جا کر ووٹ ڈالتے وقت خود کو محفوظ تصور نہیں کرتیں۔ایک مقامی بلدیاتی نمائندے نے مشاہدہ کیا کہ اقلیتی گروہوں سے تعلق رکھنے والی خواتین کا ایک بڑا ووٹ بینک ہے اور انتخابی عمل میں ان کی شرکت اقلیتوں کے مفادات میں بہتری لانے کے لیے اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

ماورائے عدالت قتل

ایک طریقہ کہ جسے پولیس تیز تر کرتی دکھائی دیتی ہے وہ مبینہ پولیس مقابلوں یا پولیس کی حراست میں مشکوک افراد

کا قتل ہے۔شمالی سندھ میں ماورائے عدالت قتل معمول کی بات ہے، جنھیں ڈاکوؤں کے جتھوں پر حملوں کے طور پر ایک طرح سے قبولیت حاصل ہے۔ایک صحافی نے بتایا کہ صرف فروری 2023 کے مہینے میں 15 ماورائے عدالت قتل ہوئے۔شہریوں نے امن وامان بحال رکھنے کے نام پر عدالتی دائرہ کار سے باہر طاقت کے ایسے شدید اور اندھا دھند استعمال پر ناراضی کا اظہار کیا۔

یہ ماورائے عدالت قتل زیادہ تر پولیس مقابلوں کے کھاتے میں ڈالے جاتے ہیں، اور ان کے اپنے دعوے کے مطابق فائرنگ کی صورت میں پولیس کو اپنے دفاع میں ردعمل دینا پڑتا ہے۔ایس ایس پی گھوٹکی تنویر تنیو نے اسی تصور میں اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ پولیس کو بھی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔انھوں نے نومبر 2022 میں، گھوٹکی میں رونتی کے نزدیک کچے کے علاقے میں ڈاکوؤں کی جانب سے پولیس کیمپ پر حملے کے نتیجے میں ایک ڈی ایس پی، دو ایس ایچ اوز اور دو کانسٹیبلوں سمیت پانچ پولیس افسران کی شہادت کا حوالہ دیا۔ایس ایس پی نے مشتبہ افراد کی گرفتاری اور مقدمے کی سماعت پر عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ ان مجرموں کو سزا دلوانے کی شرح بہت ہی کم ہے۔زیادہ تر ملزمان ایک ماہ کے اندر ضمانت کرا لیتے ہیں۔ان کا کہنا تھا کہ مجرموں کی رہائی کے معاملے میں عدلیہ کا رویہ عجیب وغریب ہے۔

جیکب آباد میں کئی لوگوں نے غیر قانونی حراست اور ماورائے عدالت قتل کے متعدد واقعات کے بارے میں مشن کو آگاہ کیا۔ان میں سے اکثریت کا دعویٰ تھا کہ قانون نافذ کرنے والے عہدیداروں کو مکمل استثنیٰ حاصل ہے، کیونکہ نہ تو نام نہاد مقابلوں اور نہ ہی من مانی حراست کے الزامات کی کبھی مکمل یا جزوی تحقیقات ہوئیں یا سزا دی گئی۔مشن نے یہ بھی مشاہدہ کیا کہ جو خیالات ایس ایس پی نے پیش کیے، یہ ایک ایسے ذہن کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جانب سے ایسے اقدامات کو قابل قبول بناتا ہے جو بین الاقوامی قانون کے تحت انسانیت کے خلاف جرم سمجھے جاتے ہیں۔انسانی حقوق کے نمائندوں کے نزدیک احتساب کی کمزوری صرف شمالی سندھ ہی میں نہیں بلکہ پورے ملک میں گہری تشویش کا حامل مسئلہ ہے۔

جبری گمشدگیاں

شمالی سندھ میں جبری گمشدگیوں کے پردے میں ریاستی جبر کا استعمال غیر معمولی ہے۔شہریوں کو کسی قانونی عمل یا درکار طریقہ کار کے بغیر ظاہری طور پر دہشت گردی کے الزامات میں خفیہ نظر بندی مراکز میں قید کیا جاتا ہے۔پولیس کے عہدیداروں نے مقامی لوگوں کے ذاتی تجربے کے برعکس مسنگ پرسنز کے معاملے کو کمزور خیال کیا۔سندھ میں یہ کام ان کارکنوں کے خلاف کارروائی کر کے سیاسی مخالفت کو دبانے کے لیے کیا جاتا ہے جو آزادانہ قومی تحاریک سے ہمدردی رکھتے اور ریاست پر تنقید کرتے ہیں۔ان جماعتوں اور تحاریک سے جڑے ہوئے سیاسی کارکنوں نے قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جانب سے ان کی غیر قانونی نظر بندی کے بارے میں بتایا۔ان میں سے ایک نے دعویٰ کیا کہ اسے گھر سے اٹھایا گیا، ایک ٹارچر سیل میں حراست میں رکھا گیا اور تفتیش کے دوران مارا پیٹا گیا، جہاں اسے قوم پرستانہ مقاصد کے ساتھ وفاداری اور حقوق کی بنیاد پر مہمات کے بارے میں خبردار کیا گیا۔

سندھ حکومت نے پاک فوج کے شہدا کو 9600 ایکڑ اراضی عطا کی۔دی نیوز انٹرنیشنل خاص طور پر لاڑکانہ سے ان لوگوں کے خاندانوں کے افراد نے یہ اطلاع دی کہ جنھیں کسی وارنٹ کے بغیر اٹھایا گیا اور ان کی موجودگی کے بارے میں کوئی معلومات نہ دی گئیں۔ایک خاتون نے چھ سال قبل مئی 2017 میں جبری طور پر غائب کیے گئے اپنے بھائی کے بارے میں مشن کو بتایا کہ اس دن اس کا ستائس سالہ بھائی اپنی درزی کی دکان میں کام کر رہا تھا کہ چھ نامعلوم افراد اسے کالی ویگو میں ڈال کر لے گئے۔عینی شاہدین نے بتایا کہ تین وردی میں اور تین عام کپڑوں میں ملبوس مردوں نے اس پر حملہ کیا اور دن دہاڑے ہتھکڑی لگا کر گاڑی میں دھکیلا۔اس کا بھائی تب سے لاپتہ ہے۔اس کے مطابق اس کے وکیل کی جانب سے سندھ ہائی کورٹ میں پروانہ حاضری ملزم کی درخواست دائر کی گئی اور مقدمہ کمیشن جبری گمشدگیوں کے انکوائری کمیشن (COIED) کو بھی بھیجا گیا۔اس نے بتایا کہ اسے متواتر سماعتوں کے لیے کراچی کا سفر کرنے پر مجبور کیا گیا لیکن اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔اس نے دعویٰ کیا کہ اس نے لاڑکانہ میں مسلسل تین برس تک تقریباً ہر روز احتجاج کیا، اور اسے دھمکی بھری کالیں اور پیغامات موصول ہوتے رہے۔اس نے یہ بھی بتایا کہ اس کے خاندان پر اس کا کتنا بوجھ پڑا، خاص طور پر اس کی ماں پر جسے دو مرتبہ دل کا دورہ پڑا۔

لاڑکانہ میں ٹیم نے ڈوکری کی ایک اور خاتون کو سنا جس نے مئی 2017 میں ہی اپنے باپ کی جبری گمشدگی کا بتایا جو ایک کسان تھا۔ان کے قانونی وکیل نے لاڑکانہ کی سرکٹ عدالت میں کچھ عرصہ مقدمہ لڑا لیکن اس کا خاندان مالی مجبوریوں کی وجہ سے مقدمہ جاری رکھنے کے قابل نہ تھا۔یہ مقدمہ فی الحال جبری گمشدگیوں سے متعلق تحقیقاتی کمیشن (COIED) کے پاس ہے، لیکن اس میں کوئی پیشرفت نہیں ہوئی۔

ایس ایس پی گھوٹکی تنویر تنیو نے جبری گمشدگیوں کے واقعے کو رد کرتے ہوئے دعویٰ کیا کہ ان کی سچائی کافی متنازعہ ہے۔اس نے مشن کو بتایا کہ لوگ اپنے غیر متعین مقاصد کے حصول کے لیے جھوٹ بولتے اور شکایات گھڑتے ہیں۔تنیو نے بتایا کہ اس نے ذاتی طور پر ایک ایسے شخص کی غیر موجودگی ثابت کی جسے جبری طور پر غائب کیے جانے کا الزام تھا اور ایک اور مقدمے میں اس کے سامنے ایک ایسی جبری گمشدگی کا مقدمہ سامنے آیا جس میں وہ شخص کئی برس پہلے وفات پا چکا تھا۔

مشن نے مشاہدہ کیا کہ سندھ کے مختلف حصوں میں سیاسی کارکنوں، صحافیوں اور انسانی حقوق کے کارکنوں کی جبری گمشدگی کے بارے میں ایس ایس پی کا نکتہ نظر اخبارات میں شائع ہونے والی معلومات اور گذشتہ برسوں میں ایچ آر سی پی کو موصول ہونے والی شکایات سے مختلف تھا۔کئی مقدمات آج تک زیر التوا ہیں۔

صحافیوں کی حفاظت اور آزادی اظہار رائے

مشن کو شمالی سندھ میں صحافیوں پر قاتلانہ حملوں، ان کے خلاف جعلی ایف آئی آر اور ان کے اختلاف رائے کو دبانے کے لیے دھمکیوں کے طریقوں جیسے آزادی صحافت پر مسلسل حملوں کے بارے میں جان کر دھچکا لگا۔میڈیا کے نمائندوں کے مطابق خبروں کی براہ راست نشریات کو پولیس کے ذریعے روکا گیا اور اکثر ان کی جان کو خطرہ لاحق ہوا، مثال کے طور پر مقامی نیوز چینل نے مشن کو بتایا کہ ان کا ایک کیمرہ مین لاڑکانہ میں میڈیا رپورٹنگ کے دوران اگلی صف میں ہونے کے باعث پولیس کی فائرنگ سے دو مرتبہ بشکل بچا۔

پولیس نے مبینہ طور پر صحافیوں کو دھمکا کر اور بربریت کا مظاہرہ کر کے پریس کوریج کو دبانے کی کوشش کی۔رپورٹروں نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ شائع ہونے والا یا نشر ہونے والا مواد مالکان اور مدیران کی جانب سے کئی قسم کی پابندیوں سے مشروط ہے؛ سو انسانی حقوق کی خلاف ورزی کو اجاگر کرنے کے لیے انھیں کچھ خاص خبروں کو بار بار پیش کرنا پڑتا ہے کہ شاید یہ شائع ہو جائیں۔

علاوہ ازیں سول آزادیوں پر قدغنوں سے متعلق موضوعات پر خبریں دینے پر صحافیوں کو دھمکیوں کا خطرہ اور جعلی ایف آئی آر کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔مثال کے طور پر مشن کو بتایا گیا کہ گھوٹکی پولیس نے ایک مقامی روزنامے کے صحافی کے خلاف بھتہ خوری کا الزام لگایا جس نے ستمبر 2022 میں میرپور ماتھیلو میں سیلاب متاثرین کے کیمپ سے ہندو خاندانوں کو نکالنے کے بارے میں خبر دی تھی۔

تحفظ کے مسائل کو سامنے رکھیے تو صحافی اور میڈیا کے ملازمین کو ملنے والی تنخواہیں بہت معمولی ہیں۔کچھ فوٹو گرافر چھ ہزار روپے مہینہ سے بھی کم تنخواہ لیتے ہیں۔ایندھن کی قیمتوں

میں بھاری اضافے کو موجودہ ذرائع آمدن میں برداشت کرنا مشکل ہے جس سے ان کے کام کا سفر محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ کئی صحافیوں نے یہ شکوہ بھی کیا کہ انھیں اجرت کبھی کبھار ہی ملتی ہے: مقامی پریس ایجنسیاں کئی مہینوں تک تنخواہ ادا نہیں کرتیں، اور یوں صحافیوں کو روزی روٹی کمانے کے لیے متبادل ذرائع کی تلاش پر مجبور کیا جاتا ہے، جیسا کہ زمین کی خرید و فروخت کے کام یا اشیا کا کاروبار۔

تجاویز

عورتوں کے حقوق

- ☆ سندھ حکومت کو ضلعی سطح پر ضلعی انتظامیہ کے تحت ایمرجنسی ہیلپ ڈیسک، تحفظ کے نظام اور عورتوں کی پناہ گاہیں قائم کر کے عورتوں کے تحفظ کا ایک جامع نظام تیار کرنا چاہیے۔
- ☆ سندھ کمیشن برائے انسانی حقوق (ایس سی ایچ آر) اور سندھ کمیشن برائے حقوقِ نسواں (ایس سی ایس ڈبلیو) کو غیرت کے نام پر قتل یا دیگر صنفی بنیادوں پر کیے جانے والے جرائم کی تفصیلی تفتیش کا عہد کرنا چاہیے اور مصدقہ تحقیق اور طویل مدتی احتساب کے لیے ایک بنیاد فراہم کرنے کی خاطر ہر سانحے پر اعداد و شمار جمع کرنے چاہییں۔
- ☆ حکومت سندھ کو یہ بات یقینی بنانی چاہیے کہ لڑکیوں کی جبری تبدیلیٔ مذہب، کم عمری کی شادیاں اور ان متاثرین کی شادیوں کو قانونی بنانے کے لیے دوسرے صوبوں میں منتقلی کے بارے میں اسی طرح کے اعداد و شمار موجود ہوں۔
- ☆ ایس سی ایچ آر، ایس سی ایس ڈبلیو اور دیگر سول سوسائٹی کی تنظیموں کو ان موضوعات پر تفصیلی رپورٹ تیار کرنے کے ساتھ ساتھ حقائق کی تلاش کے لیے مشن تشکیل دینے چاہییں۔
- ☆ قانونی ماہرین کو یہ بات یقینی بنانی چاہیے کہ جائیداد کے جھگڑوں کے مقدمات میں قانون اور ضابطے کی اصلاحات ہوں جو مقدمات کو تیز اور منصفانہ طور پر نمٹانے کی یقین دہانی کرائیں اور عورتوں کو وراثت میں ان کے حق کا مکمل تحفظ دیں۔
- ☆ حکومت سندھ کو صنفی توازن بڑھانے کے لیے محکمہ پولیس میں فوری بنیادوں پر خواتین کو بھرتی کرنا چاہیے، خاص طور پر ان اسامیوں پر جو ابھی تک خالی ہیں اور خواتین کے مخصوص یونٹ قائم کرنے چاہییں۔
- ☆ پولیس کو بھی قابلیت کا معیار آسان کرنا چاہیے اور زیادہ سے زیادہ عورتوں کو امیدوار بنانے کے لیے آگاہی مہم چلانی چاہیے۔
- ☆ حکومت سندھ کو محکمہ صحت میں خواتین کو شامل کرنا چاہیے خاص طور پر پیشہ ور ڈاکٹروں کو تاکہ خواتین سے متعلق مقدمات میں ثبوت اکٹھا کیا جا سکے اور پوسٹ مارٹم کیا جا سکے۔
- ☆ حکومت سندھ کو لڑکیوں کے مزید سکول کھولنے چاہییں اور فوری طور پر مزید اساتذہ کو ملازمت دینی چاہیے۔
- ☆ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، صوبائی حکومت کو جسٹس صلاح الدین پنہور کے عدالتی حکم نامے کو نافذ کرنا چاہیے اور ہر ضلع میں عورتوں کی پناہ گاہیں بنانا چاہییں۔
- ☆ موثر جائزے اور دار الامان کی اصلاحات کے لیے کاروبار سے متعلق قوانین کو بھی وومن پروٹیکشن سسٹم کے قوانین کے مطابق ترتیب پایا جانا چاہیے۔
- ☆ ووکیشنل تربیت کے ساتھ ساتھ طبی اور قانونی مدد کی فراہمی کو بھرپور ہونا چاہیے۔ سوشل ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ کو گواہان کے بیانات قلم بند کرنے کے لیے سٹاف کی موجودگی اور خواتین ماہرین نفسیات اور سیکیورٹی افسران کی تعیناتی کو یقینی بنانا چاہیے۔

مذہبی اقلیتیں

- ☆ حکومت سندھ کو، اقلیوں کے حقوق پر صوبائی اور قومی کمیشنز کی قانونی تشکیل کو ایک طرف رکھتے ہوئے، مذہبی اقلیتوں سے متعلق معاملات کی نگرانی اور ازالے کے لیے ایس سی ایچ آر کے اندر ایک سپیشل سیل بنانا چاہیے۔
- ☆ سکول کے نصاب کی توجہ سماجی متن پر زیادہ ہونی چاہیے جو بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے بنیاد فراہم کرتا ہے۔
- ☆ ملک بھر میں جبری تبدیلی مذہب اور کم عمری کی شادیوں کو روکنے کے لیے یکساں قوانین کا نفاذ ہونا چاہیے۔
- ☆ حکومت کو عوام اور ایسے مذہبی رہنماؤں کی جانب سے کم عمر ہندو لڑکیوں کے تبدیلی مذہب کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے والے بیانات کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے، جو ان مجرمانہ افعال میں سہولت کار اور مددگار کے طور پر پہچانے جا چکے ہیں اور ان پر الزامات عائد ہو چکے ہیں۔
- ☆ حکومت کو ان منظم گروہوں کے خلاف فوری اور موثر اقدامات اٹھانے چاہییں جو اقلیتوں کو نشانہ بناتے ہیں اور جو اپنے امتیازی کاموں کے لیے استثنا رکھتے ہیں جو سندھ میں مذہبی ہم آہنگی کے جذبے کو روند رہا ہے۔
- ☆ گھوٹکی، کندھ کوٹ اور کشمور کے ہندوؤں میں ممکنہ مذہب کی تبدیلی کے خوف سے کم عمری میں شادیوں کے بڑھتے ہوئے رجحان پر آگاہی مہم کے ذریعے توجہ دینے کی ضرورت ہے۔
- ☆ حکومت اور سول سوسائٹی کی تنظیموں کو مذہبی اقلیتوں کا آئینی اور قانونی تحفظ کے حوالے سے خوف دور کرنے کے لیے ان سے ملنا چاہیے۔
- ☆ جبراً تبدیلی مذہب کی تفتیش اور سزاؤں کے عمل میں شامل عدالتی حکام اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کو مذہبی اقلیتوں کے شہری اور سیاسی حقوق کے بارے میں حساس ہونا چاہیے۔
- ☆ حکومت سندھ کو سندھ سے ہندوؤں کی ہجرت کے بارے میں قابل اعتبار حقائق اور اعداد و شمار اکٹھے کرنے چاہییں؛ ایس سی ایچ آر کو اس ضمن میں حقائق تلاش کرنے کے لیے حکومت کی مدد کرنی چاہیے۔
- ☆ حکومت سندھ کو مذہبی اقلیتوں کے لیے مختص کوٹے پر عمل درآمد کرانا چاہیے اور اس میں ملازمتوں کی تشہیر اور ملازمت دینے کے متعلق طریقہ کار میں رتی بھر امتیاز نہیں برتنا چاہیے۔
- ☆ غلط معلومات پھیلانے، نفرت پر مبنی تقریر اور اقلیتوں کے لیے نقصان دہ پرانے حربوں سے نمٹنے کی غرض سے سماجی ہم آہنگی اور مساوات کو برقرار رکھنے کے لیے، کہ جو سندھ کا طرۂ امتیاز ہے، سول سوسائٹی کو مختلف اہم حصہ داروں، جن میں صحافی، یونیورسٹیاں، دینی رہنما، نوجوان اور خواتین شامل ہیں، کے ساتھ مشاورت کرنی چاہیے۔
- ☆ حکومت کو بین المذاہب نمائندگی کے ذریعے سماجی اور کمیونٹی روابط کے لیے محفوظ مقامات فراہم کرنے چاہییں۔

جبری گمشدگیاں

- ☆ ایس سی ایچ آر کو جبری گمشدگیوں کا حساب کتاب رکھنا چاہیے خاص طور پر سیاسی کارکنوں، صحافیوں اور انسانی حقوق کے کارکنوں کا اور ایک ایسا ڈیٹا بیس بنانا چاہیے جس تک عوام کی رسائی ہو۔
- ☆ اس غرض سے ایک شکایات کا ڈیسک بھی قائم کیا جا سکتا ہے۔
- ☆ ایس سی ایچ آر کو کسی بھی فورم کے سامنے جبری گمشدگیوں کے مقدمات میں تمام عدالتی، نیم عدالتی کارروائی یا تفتیش کے دوران فریق بننا چاہیے۔
- ☆ حکومت سندھ کو حقوق کی ایسی خوفناک خلاف ورزیوں کی ذمہ داری قبول کرنی چاہیے اور جبری گمشدگیوں کا شکار لوگوں کے خاندانوں کی مالی معاونت کرنی چاہیے۔

قلم آزاد

ترتیب وادارت: ادریس بابر

گناہ۔۔آدم

''بارہ غصیلے بندے '' طے کرنے بیٹھتے ہیں
کیا تھا گناہ-آدم؟ اور اس کی کیا سزا ہے
سارے کا سارا سسٹم خود جیسے بے خطا ہے
جب تک گواہی پھٹکیں، جب تک ثبوت چھانیں
جب تک جیوری یا جج خود اپنی غلطی جانیں
انساں کے زندگی پر بنیادی حق کو مانیں!
''حکم-خدائی '' لے کر ہرکارا جا چکا تھا
انصاف ہوتے ہوتے اب دیر ہو چکی تھی
قیدی کی شام -۔ہستی تب سویر ہو چکی تھی
جب وہ رہا ہوا تو وہ مارا جا چکا تھا!

(ادریس بابر)

میں کچھ نہ کچھ بچ جاتا تھا
مجھے فاقوں سے تقسیم کیا گیا
میں کچھ نہ کچھ بچ گیا
مجھے توہین سے تقسیم کیا گیا
میں کچھ نہ کچھ بچ گیا
مجھے نا انصافی سے تقسیم کیا گیا
میں کچھ نہ کچھ بچ گیا
مجھے موت سے تقسیم کیا گیا
میں پورا پورا تقسیم ہو گیا

(افضال احمد سید)

ع/ولایت

آگ مٹی کو کبھی سجدہ نہیں کرے گی

آخری جنگ عظیم کے بعد
(کائنات کی تعمیر نو کے لیے)
فریقین ایک دوسرے سے سمجھوتہ کر چکے ہیں
فرشتے اپنے کٹے پھٹے پروں کے ساتھ
مختلف مذاہب سے ملنے والی امداد آپس میں بانٹ رہے ہیں
انسان مذہب کے نام پر سیاست کرتے کرتے
چھٹے آسمان پر قبضہ کر چکا ہے
خدا اپنے تخت پر بیٹھا مسکرا رہا ہے
مزدور سیمنٹ کی بوری اٹھائے ساتویں منزل تک پہنچنے والے ہیں

(فیضان ہاشمی)

عشرہ//رودالی

اندر باہر موت پڑی ہے تیرے سر پر کھاٹ
ہانپتی کیا ہے نیند کی کتیا! ماں کے تلوے چاٹ
جاگ رے بدھو، مرتا کیا ہے، ساتھ ہمارے ڈر
جلدی کاہے کی ہے پگلے دھیرے دھیرے مر
دروازوں میں چیخ رہے ہیں ویرانی کے بھوت
جھینگر نامعلوم جگہ سے ڈھویا کریں سکوت
اندھی گولی رستہ پوچھے کس کے سر بھیجوں
وقت نہیں ہے جلدی بولو کیا کہہ کر بھیجوں
تیرا مَرا ہے تیری باری اپنا سینہ پیٹ
میری باری ابھی نہیں ہے ڈونٹ ڈیئر ٹو چِیٹ

(حارث سنگرا)

عشرہ/ پھول اور بارود

بستر پر بہنے والا خون بچا لیا گیا
گلیوں میں خون بہا کے
سرخ پھولوں نے تو کسی کا قتل نہیں کیا
بوسوں سے تو کسی کی جان نہیں گئی
پھر بھی ہم تم دونوں Banned تھے
عام تو بارود تھا، سو اڑادیے گئے
سرخ رنگ فحش ہے اور فحاشی حرام ہے
دھماکے سے بدن کی دیواروں کے پیچھے قید
فحش سرخ رنگ عریاں کیا گیا
بستر پہ بہنے والا خون بچا لیا گیا

(رضوان فاخر)

عشرہ//ایلیٹ کلاس

کتنا کھائے گی آئے ایلیٹ کلاس
چھوڑ کوئی تو شے ایلیٹ کلاس
کیسی آواز ہے یہ سکوں کی
کر رہی ہو گی قے ایلیٹ کلاس
آپ فیشن کی بات کرتے ہیں
خواب کرتی ہے طے ایلیٹ کلاس
رشتہ داری کا فرق بھول گئی
پیتی رہتی ہے مے ایلیٹ کلاس
کس کو اقدار کا سبق دوں گا
چاروں جانب تو ہے ایلیٹ کلاس

(اسامہ ضوریز)

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔
جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 -ٹیپو بلاک،
نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

'''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتہ تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

ڈھائی سالہ 'جبری گمشدگی' کے بعد گھر لوٹنے والے عبدالحمید زہری: 'میں اپنے والد کو پہچان نہیں پائی'

ریاض سہیل

'شام کو ایک رشتے دار نے فون کیا کہ جلدی آؤ، تمہارے لیے خوشخبری ہے۔ ہم جیسے ہی وہاں پہنچے تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہمارے والد تھے لیکن ان کی حالت اور حلیہ دیکھ کر ہم ان کو پہچان ہی نہیں پائے تھے۔ 31 ماہ کے بعد ہماری اذیت اور انتظار ختم ہوا۔' یہ کہنا ہے عبدالحمید زہری کی بیٹی سعیدہ حمید کا جن کے والد تقریباً ڈھائی سال کی مبینہ جبری گمشدگی کے بعد واپس لوٹے ہیں۔ سعیدہ حمید نے اپنے والد کی واپسی کی اطلاع سماجی رابطوں کی ویب سائٹ 'ایکس' پر دیتے ہوئے ساتھ میں عبدالحمید زہری کی ایک تصویر بھی شیئر کی جس میں ان کے چہرے کی داڑھی بڑھی ہوئی ہے اور وہ کمزور نظر آتے ہیں۔

سعیدہ کا کہنا ہے کہ ان کے والد کا کسی مذہبی یا سیاسی جماعت سے تعلق نہیں اور انھیں 'آج تک سمجھ میں نہیں آیا کہ انھیں آخر کیوں اٹھایا گیا تھا۔'

عبدالحمید زہری کون ہیں؟

عبدالحمید زہری کا تعلق پاکستان کے صوبہ بلوچستان کے علاقے خضدار سے ہے اور وہ گزشتہ 10 سال سے کراچی میں مقیم ہیں۔

ان کی بیٹی سعیدہ کے مطابق عبدالحمید زہری بچوں کی تعلیم کے لیے کراچی منتقل ہوئے تھے۔ خود عبدالحمید زہری نے میٹرک تک تعلیم حاصل کی اور ان کی بیٹی سعیدہ کے مطابق وہ رئیل اسٹیٹ اور گاڑیوں کی خرید و فروخت کا کاروبار کرتے تھے۔ تاہم ان کی زندگی 10 اپریل 2021 کو اس وقت بدل گئی جب کراچی کے علاقے گلستان جوہر سے ان کو مبینہ طور پر جبری طور پر لاپتہ کیا گیا۔

ان کے اہل خانہ کی جانب سے سندھ ہائی کورٹ میں جبری گمشدگی کے خلاف آئینی درخواست دائر کی گئی جس میں دعوی کیا گیا کہ 'سادہ کپڑوں میں ملبوس چند لوگ عبدالحمید زہری کو زبردستی اپنے ساتھ ایک گاڑی میں لے گئے۔' اہل خانہ کے مطابق ان افراد کے ساتھ دو پولیس موبائلیں بھی موجود تھیں۔

سعیدہ زہری اور ان کے چھوٹے بھائی گزشتہ کئی ماہ سے کراچی پریس کلب کے باہر اپنے والد کی بازیابی کے لیے احتجاج بھی کرتے رہے اور سوشل میڈیا پر بھی ان کے حق میں آواز اٹھائی گئی۔ جماعت اسلامی کے سینیٹر مشتاق احمد نے سینیٹ میں بھی عبدالحمید زہری کی جبری گمشدگی پر احتجاج ریکارڈ کرایا تھا۔

سعیدہ کے مطابق ان کے والد کو لے جانے والے افراد نے ان کا بٹوہ، جس میں تین ہزار روپے تھے، اور شناختی کارڈ واپس کیا اور 'گھر سے دور یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ آپ اپنے گھر چلے جائیں۔'

واضح رہے کہ ماضی میں جبری گمشدگیوں کے معاملے پر پاکستانی حکومت اور فوج کا ردِعمل اظہار لاتعلقی اور اظہار لاعلمی تک محدود رہا ہے۔

'والد کو ان کا بٹوہ پیسوں سمیت لوٹایا گیا'

سعیدہ زہری نے بی بی سی کو بتایا کہ وہ کراچی کے علاقے گلستان جوہر میں اپنے فلیٹ پر ہی موجود تھیں جب ان کے کزن کے گھر سے شام پانچ بجے کال آئی کہ 'خوشخبری ہے، جلدی آجاؤ۔' سعیدہ بتاتی ہیں کہ 'ہم ایک ہی عمارت میں رہتے ہیں۔ ہم ساتویں جبکہ کزن پانچویں منزل پر رہائش پذیر ہیں۔ میں نے بچوں کو اٹھایا، امی کو ساتھ لیا اور دوڑتے ہوئے نیچے فلور پر پہنچے۔' کزن کے گھر پہنچ کر سعیدہ نے ایک باریش شخص کو دیکھا۔ وہ کہتی ہیں کہ 'سامنے والد بیٹھے ہوئے تھے لیکن بالکل پہچانے نہیں جا رہے تھے۔ ہم نے انھیں گلے لگایا اور بہت دیر تک آنسو بہاتے رہے۔'

سعیدہ نے بتایا کہ ان کے والد کے مطابق انھیں سادہ کپڑوں میں لوگ سرف گاڑی میں لے گئے اور انھیں ایک کمرے میں بند رکھا گیا۔

'وہ ایک ایک کر کے سب سے ملتے رہے اور خدا کا شکر ادا کرتے رہے کہ اپنے بچوں سے مل رہے ہیں۔ انھیں لگا تھا کہ ہمیں کچھ ہو گیا ہوگا۔ وہ ہمارے لیے بہت پریشان تھے۔'

سعیدہ کے مطابق ان کے والد کو لے جانے والے افراد نے ان کا بٹوہ، جس میں تین ہزار روپے تھے، اور شناختی کارڈ واپس کیا اور 'گھر سے دور یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ آپ اپنے گھر چلے جائیں۔'

'اس کے بعد والد آٹو رکشہ میں ہماری بلڈنگ پہنچے اور اپنا گھر ڈھونڈتے رہے لیکن نہیں ملا جس کے بعد رشتے داروں کے گھر چلے گئے۔'

لیکن اس دوران عبدالحمید پر کیا بیتی ؟

'ان کی آنکھیں بند رہتی تھیں، انھوں نے 31 مہینوں کے بعد آسمان کو دیکھا ہے اور اذان سنی ہے۔'

سعیدہ نے کہا کہ 'انھیں بغیر کسی جرم کے قید میں رکھا گیا لیکن اب ہماری خوشیاں لوٹ آئیں ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ والد اور ہمیں مزید پریشان نہ کیا جائے۔'

بی بی سی سے بات کرتے ہوئے سعیدہ نے بتایا کہ ان کے والد ذیابطیس کے مریض ہیں لیکن انھیں دوائی بھی نہیں دی جاتی تھی۔

'نگران دورِ حکومت میں عبدالحمید پہلے شخص ہیں جو واپس لوٹے ہیں'

وائس فار بلوچ مسنگ پرسنز تنظیم کے رہنما ماما قدیر بلوچ نے بی بی سی سے بات کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ نگران حکومت میں عبدالحمید زہری پہلے شخص ہیں جو واپس لوٹے ہیں۔ یاد رہے کہ پاکستان کے موجودہ نگراں وزیر اعظم انوار الحق کاکڑ، جن کا ماضی میں بلوچستان عوامی پارٹی سے تعلق تھا، بلوچستان حکومت کے ترجمان بھی رہے ہیں۔

بی بی سی سے بات کرتے ہوئے ان کا کہنا تھا کہ رواں سال تقریباً 20 کے قریب لاپتہ افراد کی بازیابی ہوئی ہے جبکہ جبری گمشدگیوں کی تعداد 300 سے زائد ہے۔

'یہ پڑھے لکھے نوجوان تھے جن کو مکران، تربت، آواراں، گوادر، کے علاوہ خضدار، مستونگ سے لاپتہ کیا گیا ہے۔'

انسانی حقوق کے محافظوں کا عالمی اعلامیہ

عالمی طور پر تسلیم شدہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ اور تحفظ کے لیے افراد، گروہوں اور سماجی عناصر کے حقوق اور ذمہ داریوں سے متعلق اعلامیہ

جنرل اسمبلی کی قرارداد نمبر 53 / 144، جو کہ 9 دسمبر 1998 کو منظور کی گئی

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی

☆ دنیا کے تمام ممالک میں تمام افراد کے تمام انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ اور تحفظ کے لیے اقوام متحدہ کے منشور میں موجود اصولوں اور مقاصد کی اہمیت کا اعادہ کرتے ہوئے،

☆ انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے اور انسانی حقوق کے بین الاقوامی میثاق کی اہمیت کا انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے عالمی سطح پر احترام اور عملدرآمد کو فروغ دینے کے لیے بین الاقوامی کوششوں کے بنیادی عناصر کے طور پر اعادہ کرتے ہوئے اور انسانی حقوق کے معاہدات اور اعلامیوں کی اہمیت کا اعادہ کرتے ہوئے جو اقوام متحدہ کے نظام میں یا علاقائی سطح پر مروج ہیں۔

☆ اس بات پر زور دیتے ہوئے کہ بین الاقوامی برادری کے تمام ارکان مشترکہ اور انفرادی طور پر تمام افراد کے لیے بلاتفریق نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب، سیاسی یا دیگر آراء اور قومی یا سماجی شناخت، انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ اور ان کے احترام کی حوصلہ افزائی سے متعلق اپنی ذمہ داری پوری کریں اور بالخصوص بین الاقوامی تعاون کے ذریعے اس ذمہ داری کی اقوام متحدہ کے منشور کے مطابق تکمیل کی اہمیت کا اندازہ کرتے ہوئے۔

☆ افراد اور اقوام کے انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کی تمام تر خلاف ورزیوں بشمول وسیع پیمانے پر سنگین اور منظم خلاف ورزیوں جیسا کہ نسل کی بنیاد پر کارروائیاں، تمام اقسام کی نسلی تفریق، نوآبادیاتی نظام، غیر ملکی تسلط یا قبضہ، قومی خودمختاری، واحدانیت اور علاقائی سلمیت کے خلاف جارحیت یا دھمکیاں، لوگوں کے حق خودارادیت اور ان کے اپنے مالی اور قدرتی وسائل پر مکمل اختیار کے حق کو ماننے سے انکار پر ظہور پذیر ہوتی ہیں، کے موثر خاتمے کے لیے افراد، گروہوں اور تنظیموں کے گراں قدر کام کا اعتراف کرتے ہوئے۔

☆ اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ بین الاقوامی امن اور

افراد اور اقوام کے انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کی تمام تر خلاف ورزیوں بشمول وسیع پیمانے پر سنگین اور منظم خلاف ورزیوں جیسا کہ نسل کی بنیاد پر کارروائیاں، تمام اقسام کی نسلی تفریق، نوآبادیاتی نظام، غیر ملکی تسلط یا قبضہ، قومی خودمختاری، واحدانیت اور علاقائی سلمیت کے خلاف جارحیت یا دھمکیاں، لوگوں کے حق خودارادیت اور ان کے اپنے مالی اور قدرتی وسائل پر مکمل اختیار کے حق کو ماننے سے انکار پر ظہور پذیر ہوتی ہیں، کے موثر خاتمے کے لیے افراد، گروہوں اور تنظیموں کے گراں قدر کام کا اعتراف کرتے ہوئے۔

انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کا باہمی تعلق ہے اور اس بات کا بھی شعور رکھتے ہوئے کہ بین الاقوامی امن کی عدم موجودگی اس سلسلے میں عملدرآمد سے استثنیٰ فراہم نہیں کرتی۔

☆ اس بات کا اعادہ کرتے ہوئے کہ تمام انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں عالمگیری حیثیت کی حامل، ناقابل تقسیم، ایک دوسرے پر منحصر اور ایک دوسرے سے منسلک ہیں اور بغیر کسی فوقیت کے ان میں سے ہر ایک کا فروغ اور ان پر مناسب اور منصفانہ طریقے سے عملدرآمد ہونا چاہیے۔

☆ اس بات پر زور دیتے ہوئے کہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیاں کے فروغ اور تحفظ کی بنیادی ذمہ داری اور فرض ریاست پر عائد ہوتا ہے۔ قومی اور بین الاقوامی سطح پر انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام اور ان سے متعلق علم کے فروغ کے لیے افراد، گروہوں اور تنظیموں کے حقوق اور ذمہ داری کو تسلیم کرتے ہوئے، یہ اعلان کرتی ہے کہ:

دفعہ 1

ہر شخص کو انفرادی اور اجتماعی طور پر، انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ، تحفظ اور حصول کے لیے قومی اور بین الاقوامی سطح پر جدوجہد کرنے کا حق حاصل ہے۔

دفعہ 2

1۔ ہر ریاست کی بنیادی ذمہ داری اور فرض ہے کہ وہ تمام انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے تحفظ، فروغ اور نفاذ کو ممکن بنائے بشمول ایسے اقدامات کے جو سازگار ماحول پیدا کرنے کے لیے ضروری ہیں اور ایسی قانونی یقین دہانیوں کے ذریعے جو اس بات کو لازم بنائیں کہ ریاست کے دائرہ اختیار میں تمام افراد انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک سے ان تمام حقوق اور آزادیوں سے عملاً مستفید ہونے کے قابل ہوں۔

2۔ ہر ریاست ایسے قانونی، انتظامی اور دیگر اقدامات اٹھائے جو اس امر کی یقین دہانی کے لیے ضروری ہوں کہ زیر نظر اعلامیے میں شامل حقوق اور آزادیوں کے حصول کی موثر ضمانت دی جا سکے۔

دفعہ 3

قومی سطح پر ایسا قانون جو کہ اقوام متحدہ کے منشور اور انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں سے متعلق ریاست کی دیگر بین الاقوامی ذمہ داریوں سے مطابقت رکھتا ہو ہی ایسا قانونی ڈھانچہ ہے جس کے تحت انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کا نفاذ کرنا چاہیے اور ان سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور جس کے تحت ان حقوق اور آزادیوں کے فروغ، تحفظ اور ان کی موثر تعبیر کے حصول کے لیے زیر نظر اعلامیے میں شامل تمام سرگرمیاں عمل میں لائی جائیں۔

دفعہ 4

زیر نظر اعلامیے میں کسی چیز کی ایسی تشریح نہ کی جائے جو کہ اقوام متحدہ کے منشور کے مقاصد اور اصولوں کی نفی کرتی ہو یا انہیں نقصان پہنچاتی ہو یا انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے، بین الاقوامی انسانی حقوق کے دونوں معاہدوں اور اس ضمن میں دیگر بین الاقوامی معاہدات اور ذمہ داریوں کی تردید کرتی ہو یا انہیں محدود کرتی ہو۔

دفعہ 5

انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ اور تحفظ کے لیے ہر شخص کا انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک

سے قومی اور بین الاقوامی سطح پر یہ حق ہے کہ:

1۔ پرامن طریقے سے ایک جگہ اکٹھے ہوں یا اجتماع کریں۔

2۔ غیر سرکاری تنظیمیں، گروہ یا جماعتیں بنائیں، ان میں شامل ہوں اور ان کے کام میں عملی طور پر شرکت کریں۔

3۔ غیر سرکاری یا بین الحکومتی تنظیموں سے رابطہ کریں۔

دفعہ 6

ہر فرد کو انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک سے یہ حق حاصل ہے کہ:

الف۔ تمام انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے بارے میں جاننے، اور اس کے لیے معلومات تلاش کرے، وصول کرے، مہیا کرے اور اپنے پاس رکھے بشمول ایسی معلومات تک رسائی کے جن سے معلوم ہو کہ مقامی قانون سازی اور عدالتی اور انتظامی نظام میں ان حقوق اور آزادیوں پر کیسے عملدرآمد کرایا جائے۔

ب۔ انسانی حقوق کے اور دیگر بین الاقوامی معاہدات کے تحت تمام انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں سے متعلق آراء، علم اور معلومات کی آزادانہ تشہیر کرے اور دوسروں تک یہ خیالات پہنچائے۔

ج۔ قانونی اور عملی دونوں سطحوں پر ہر قسم کے انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں پر عملدرآمد سے متعلق مطالعہ کرے، بحث و مباحثہ کرے اور اپنی رائے بنائے یا قائم رکھے اور ان اور دیگر مناسب ذرائع سے لوگوں کی توجہ ان معاملات کی طرف مبذول کروائے۔

دفعہ 7

ہر فرد کا انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک سے یہ حق ہے کہ وہ انسانی حقوق سے متعلق نئے نظریات اور اصول سامنے لائے، ان پر بحث و مباحثہ کرے
لیے دلائل پیش کرے۔

دفعہ 8

1۔ ہر فرد کا انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک سے یہ حق ہے کہ اسے بغیر کسی تفریق کے اپنے ملک کی حکومت کے معاملات میں شمولیت کے لیے موثر رسائی حاصل ہو۔

2۔ اس میں دیگر کے علاوہ یہ حق بھی شامل ہے کہ کوئی شخص انفرادی طور پر یا دوسروں کے اشتراک سے ان سرکاری اداروں، ایجنسیوں اور تنظیموں پر، جن کا تعلق عوامی معاملات سے ہے، تنقید کرے، ان کے کام میں بہتری کے لیے تجاویز دے اور ان کے کام کے کسی ایسے پہلو کی طرف توجہ مبذول کروائے جو کہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ، تحفظ اور تکمیل میں رکاوٹ ڈالتا ہو۔

اس مقصد کے لیے ہر وہ شخص جس کے انسانی حقوق اور بنیادی آزادیاں مبینہ طور پر پامال کی گئیں یہ حق رکھتا ہے کہ یا تو وہ خود یہ بذریعہ اپنے قانونی طور پر با اختیار نمائندے کے شکایت کرے اور اس شکایت کی کھلی کارروائی میں کسی آزاد، غیر جانبدار اور مجاز عدالتی یا دیگر کسی ایسے ادارے سے فوری نظر ثانی کروائے جو قانون کے تحت قائم ہو اور ایسے ادارے سے قانون کے مطابق دادرسی کا فیصلہ لے سکے، بشمول کسی قسم کی معاوضے یا تلافی کے، جہاں کسی شخص کے حقوق یا آزادیاں پامال کئے گئے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اس فیصلے پر بلا غیر ضروری تاخیر عملدرآمد ہو۔

دفعہ 9

1۔ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے استعمال میں بشمول انسانی حقوق کے فروغ اور تحفظ کے لیے، جیسا کہ زیر نظر اعلامیہ میں حوالہ دیا گیا ہے، ہر فرد انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک سے موثر دادرسی کے حصول اور ان حقوق کی پامالی کی صورت میں تحفظ کا حق رکھتا ہے۔

2۔ اس مقصد کے لیے ہر وہ شخص جس کے انسانی حقوق اور بنیادی آزادیاں مبینہ طور پر پامال کی گئیں یہ حق رکھتا ہے کہ یا تو وہ خود یہ بذریعہ اپنے قانونی طور پر با اختیار نمائندے کے شکایت کرے اور اس شکایت کی کھلی کارروائی میں کسی آزاد، غیر جانبدار اور مجاز عدالتی یا دیگر کسی ایسے ادارے سے فوری نظر ثانی کروائے جو قانون کے تحت قائم ہو اور ایسے ادارے سے قانون کے مطابق دادرسی کا فیصلہ لے سکے، بشمول کسی قسم کی معاوضے یا تلافی کے، جہاں کسی شخص کے حقوق یا آزادیاں پامال کئے گئے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اس فیصلے پر بغیر کسی غیر ضروری تاخیر کے عملدرآمد ہو۔

3۔ اس مقصد کے لیے ہر شخص کا انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک سے یہ حق ہے کہ علاوہ ازیں:

الف۔ بذریعہ درخواست یا دیگر مناسب ذرائع انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کی پامالی سے متعلق سرکاری ملازمین یا سرکاری اداروں کی پالیسیوں یا کارروائی کی بابت مجاز مقامی عدالتی، انتظامی، قانون ساز یا کسی اور مجاز ادارے سے شکایت کرے۔ ایسے ادارے کو ایسی شکایت پر اپنا فیصلہ بغیر غیر ضروری تاخیر کے صادر کرنا چاہیے۔

ب۔ کھلی کارروائی یا مقدمات کی سماعت سن سکے تا کہ وہ یہ رائے قائم کر سکے کہ آیا یہ معاملات ملکی قانون اور ریاست کی بین الاقوامی ذمہ داریوں اور فرائض سے مطابقت رکھتے ہیں۔

ج۔ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے تحفظ کے لیے پیشہ وارانہ قانونی امداد یا کسی اور قسم کے متعلقہ مشورے یا امداد کی پیشکش کرے اور اسے فراہم کرے۔

4۔ اس مقصد کے لیے اور متعلقہ بین الاقوامی طریقوں اور معاہدات کے مطابق ہر شخص کو انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک سے یہ حق حاصل ہے کہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے حوالے سے عمومی یا خصوصی طور پر مجاز ایسے بین الاقوامی اداروں تک جن کو ایسی معلومات وصول کرنے اور ان پر غور کرنے کا اختیار ہے بغیر کسی روک ٹوک کے رسائی حاصل کرے اور ان سے رابطہ کرے۔

5۔ جب بھی اس بات پر یقین کرنے کے معقول شواہد موجود ہوں کہ کسی ریاست کے زیر اختیار علاقے میں انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کی کسی طرح پامالی ہوئی ہے تو ریاست کو چاہئے کہ فوری طور پر غیر جانبدارانہ چھان بین کرے یا اس سلسلے میں تحقیقات کو یقینی بنائے۔

دفعہ 10

کوئی بھی شخص انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کی خلاف ورزی میں اپنے عمل کے ذریعے یا بوقت ضرورت عمل کرنے میں ناکامی کی صورت میں حصہ نہیں لے گا اور کسی کو بھی ایسا کرنے سے انکار پر سزا یا ناموافق کارروائی کا مستحق نہیں ٹھہرایا جائے گا۔

دفعہ 11

ہر فرد کو انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک سے یہ حق حاصل ہے کہ وہ قانون کے مطابق اپنا پیشہ یا روزگار اپنائے۔ ہر وہ شخص جو اپنے پیشے کے باعث انسانی وقار، انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں پر اثر انداز ہو سکتا ہو وہ ان حقوق اور آزادیوں کا احترام کرے گا اور اپنے پیشے اور روزگار سے متعلق قومی اور بین الاقوامی معیار اور پیشہ وارانہ ضابطے اور

اخلاقیات پر عمل کرے گا۔

دفعہ 12

1۔ ہر فرد کو انفرادی طور پر یا دوسروں کے اشتراک سے یہ حق حاصل ہے کہ وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کی پامالی کے خلاف پر امن سرگرمیوں میں حصہ لے سکے۔

2۔ ریاست کو چاہیے کہ با اختیار عہدیداران کے تمام ضروری اقدامات کے ذریعے انفرادی اور اجتماعی طور پر کسی بھی قسم کے تشدد، دھمکیوں، انتقامی کارروائی، عملی یا قانونی امتیاز، دباؤ یا کسی بھی من مانے عمل کے خلاف جو کہ کسی شخص کے زیر نظر اعلامیے میں دیئے گئے حقوق کے جائز استعمال کے نتیجے میں وقوع پذیر ہو ہر کسی کے تحفظ کو یقینی بنائے۔

3۔ اس حوالے سے اس شخص کو انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر ملکی قانون کے تحت موثر تحفظ کے حصول کا حق ہے۔ جو پر امن ذرائع سے ان سرگرمیوں اور عوامل کے خلاف ردعمل یا مخالفت کرے جو کہ ریاست سے منسوب کیئے جاتے ہوں اور جو انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کی خلاف ورزی کا باعث بنتے ہوں یا کسی گروہ یا افراد کی جانب سے کیئے جانیوالے تشدد کے واقعات جو انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں سے مستفید ہونے کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہوں۔

دفعہ 13

زیر نظر اعلامیے کی دفعہ 3 کے تحت ہر شخص کو انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک سے یہ حق حاصل ہے کہ وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ اور تحفظ کے لیے پرامن طریقے سے وسائل کے حصول کے لیے درخواست کرے، انہیں وصول کرے اور ان کا استعمال کرے۔

دفعہ 14

1۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ قانونی، عدالتی، انتظامی اور دوسرے مناسب اقدامات کے ذریعے اپنے دائرہ اختیار میں موجود تمام افراد کو اپنے معاشرتی، سیاسی، اقتصادی، سماجی اور ثقافتی حقوق سے متعلق آگاہی کے فروغ کا سامان کرے۔

2۔ ایسے اقدامات میں دیگر کے علاوہ یہ بھی شامل ہے کہ:

الف۔ قومی قوانین اور ضابطوں اور مروجہ بنیادی بین الاقوامی انسانی حقوق کے اعلامیوں اور معاہدات کی اشاعت و تشہیر ہو اور وہ وسیع پیمانے پر دستیاب ہوں۔

ب۔ انسانی حقوق کے شعبے میں بین الاقوامی دستاویزات بشمول ان سلسلہ وار رپورٹوں کے جو حکومت ان اداروں کو دیتی ہے جو بین الاقوامی انسانی حقوق کے ان معاہدوں کے تحت تشکیل پائے جن پر ریاست نے دستخط کیئے، اور ان اداروں میں ہر قسم کے بحث و مباحثے اور ان کے ریکارڈ اور باضابطہ رپورٹوں تک مکمل اور برابر رسائی حاصل ہو۔

> **انسانی حقوق کے شعبے میں بین الاقوامی دستاویزات بشمول ان معیادی رپورٹوں کے جو حکومت ان اداروں کو دیتی ہے جو بین الاقوامی انسانی حقوق کے ان معاہدوں کے تحت تشکیل پائے جن پر ریاست نے دستخط کیئے، اور ان اداروں میں ہر قسم کے بحث و مباحثے اور ان کے ریکارڈ اور باضابطہ رپورٹوں تک مکمل اور برابر رسائی حاصل ہو۔ 3 ریاست کو چاہیے کہ جہاں مناسب ہو وہاں انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ اور تحفظ کے لیے خود مختار اداروں کے قیام اور ترقی کو ان تمام علاقوں میں یقینی بنائے جو حکومت کے دائرہ اختیار میں ہوں خواہ وہ محتسب کا ادارہ ہو، انسانی حقوق کا کمیشن ہو یا قومی ادارے کی کوئی اور شکل۔**

3 ریاست کو چاہیے کہ جہاں مناسب ہو وہاں انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ اور تحفظ کے لیے خود مختار اداروں کے قیام اور ترقی کو ان تمام علاقوں میں یقینی بنائے جو حکومت کے دائرہ اختیار میں ہوں خواہ وہ محتسب کا ادارہ ہو، انسانی حقوق کا کمیشن ہو یا کسی اور قسم کا قومی ادارہ ہو۔

دفعہ 15

ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں سے متعلق تعلیم کی تدریس کی ہر سطح پر فروغ اور حمایت کرے اور اس بات کو یقینی بنائے کہ وہ سب ادارے جہاں وکلاء قانون نافذ کرنے والے اہلکار، مسلح افواج اور دیگر سرکاری اہلکار تربیت پاتے ہیں وہ انسانی حقوق کی تعلیم کے موزوں اور متعلقہ عناصر کو اپنے تربیتی پروگرام میں شامل کریں۔

دفعہ 16

افراد، غیر سرکاری تنظیموں اور متعلقہ اداروں کا اس سلسلے میں اہم کردار ہے کہ وہ تعلیم، تربیت اور تحقیق جیسی سرگرمیوں کے ذریعے عوام کو تمام انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں سے متعلق معاملات میں بہتر آگاہی دیں تا کہ دیگر امور کے علاوہ باہمی فہم، برداشت، امن، ممالک اور تمام نسلی اور مذہبی گروہوں کے مابین دوستانہ تعلقات، ان فرقوں اور معاشروں کے پس منظر کو ذہن میں رکھتے ہوئے جن میں وہ کام کرتے ہوں، میں مضبوطی آئے۔

دفعہ 17

زیر نظر اعلامیے میں جن حقوق اور آزادیوں کا حوالہ دیا گیا ہے ان کے لیے ہر شخص انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر صرف انہی حدود کا پابند ہو گا جو کہ متعلقہ بین الاقوامی ذمہ داری سے مطابقت رکھتی ہوں اور جن کا تعین قانون کے تحت فقط دوسروں کے حقوق اور آزادیوں کو تسلیم کرنے اور ان کا احترام کرنے اور کسی بھی جمہوری معاشرے میں اخلاقیات کی منصفانہ ضروریات، امن و امان اور عمومی طور پر عوامی خوشحالی کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا گیا ہو۔

دفعہ 18

1۔ ہر فرد کی ایسے معاشرے کے حصول کے لیے اور معاشرے میں ذمہ داریاں ہیں جس میں شخصیت کا آزادانہ اور مکمل انداز میں پروان چڑھنا ممکن ہو۔

2۔ افراد، گروہوں، اداروں اور غیر سرکاری تنظیموں کا جمہوریت کے تحفظ، انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ اور جمہوری معاشروں، اداروں اور عوامل کے فروغ اور ترقی میں اہم کردار اور ذمہ داری ہے۔

3۔ افراد، گروہوں، اداروں اور غیر سرکاری تنظیموں کا ہر شخص کے لیے ایک ایسے سماجی اور بین الاقوامی نظام کی تشکیل میں حصہ ڈالنے میں ایک اہم کردار اور ذمہ داری ہے جس کے ذریعے انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے اور حقوق کے دیگر معاہدات میں دیئے گئے حقوق اور آزادیوں کا مکمل طور پر حصول ممکن بن سکے۔

دفعہ 19

زیر نظر اعلامیے کی کسی شق کی اس طرح تشریح نہ کی جائے کہ کوئی شخص، گروہ یا معاشرے یا ریاست کا کوئی بھی طبقہ کسی بھی ایسے کام میں ملوث ہونا اپنا حق سمجھے یا کوئی بھی ایسا کام کرے جس کا مقصد ان انسانی حقوق اور آزادیوں کو پامال کرنا ہو جن کا حوالہ اس اعلامیے میں دیا گیا ہے۔

دفعہ 20

زیر نظر اعلامیے کی کسی شق کی اس طرح تشریح نہ کی جائے کہ حکومت ایسے افراد، گروہ، اداروں یا غیر سرکاری تنظیموں کی امداد و حمایت کرے جن کی حرکات اقوام متحدہ کے منشور کی دفعات کے منافی ہیں۔

پاسپورٹ کی شرط سے مقامی لوگوں کو مشکلات کا سامنا

چمن بلوچستان کے دوسرے بڑے تجارتی شہر چمن میں 9 لاکھ سے زائد نفوس آباد ہیں۔ 90 فیصد سے زائد شہریوں کا ذریعہ آمدن باڈر پار کر کے کاروبار کرنے کے ساتھ منسلک ہے۔ پاک افغان بارڈر چمن پر روزانہ 20 ہزار سے 30 ہزار شہریوں تک کی آمدورفت ہے۔ حال ہی میں گورنمنٹ آف پاکستان نے اعلان کیا ہے کہ مہاجرین کے لیے یکم نومبر تک مکمل انخلاء اور بارڈرز پر مکمل پاسپورٹ نظام قائم کیا جائے گا۔ لیکن اس فیصلے نے اہلیان چمن کے لیے بہت سے مصائب اور مشکلات کھڑی کر دی ہیں جس سے بے روزگاری میں اضافہ، بدامنی کے خدشات اور رشتہ داروں کے ساتھ روابط کا خاتمہ شامل ہے۔ واضح رہے کہ چمن شہر بارڈر سے پانچ کلومیٹر کی دوری واقع ہے۔ بارڈر کے دونوں اطراف پر ایک ہی قوم آباد ہے جن کی زمینیں، کاروبار اور رشتے مشترک ہیں۔ اس کو علیحدہ کرنا بہت مشکل کام ہے۔ دنیا میں بہت سے ایسے علاقے موجود ہیں جن میں پاسپورٹ کی بجائے راہداری نظام سے لوگ آمدورفت کرتے ہیں۔ جب 26 مئی 1879 کو ڈیورنڈ لائن خط کھینچا گیا تو اُس وقت برطانوی حکومت نے یہ کہا تھا کہ اس خط کے نزدیک دونوں اطراف آباد قبائل کی آمدورفت آزاد ہوگی اور ان کی آمدورفت میں کوئی بھی مشکل اور بندش نہیں ہوگی۔ پاکستان کی آزادی سے لے کر آج تک پاک۔افغان چمن بارڈر پر آباد قبائل کی آمدورفت میں کوئی بندش اور مشکل نہیں تھی۔ لیکن گورنمنٹ آف پاکستان کے حالیہ فیصلے نے اہلیان چمن کو بڑی مشکلات میں دھکیل دیا ہے جو اہلیان چمن کے لیے ناقابل قبول ہے۔ اہلیان چمن کا مطالبہ ہے کہ پاک۔افغان چمن بارڈر کے دونوں اطراف آباد قبائل کی آمدورفت کیلئے پاسپورٹ کی بجائے شناختی کارڈ، تذکیرہ یا راہداری نظام قائم کیا جائے تاکہ مقامی لوگوں کی آمدورفت اور کاروبار متاثر نہ ہو۔ اسی طرح پاکستان اور افغانستان کے درمیان جو کاروباری اشیاء کی برآمدات اور درآمدات کی جاتی ہے ان میں سے صرف تین اشیاء پر ٹیکس معاف کر کے مقامی نوجوان طبقہ کیلئے کاروباری مواقع فراہم کیے جائیں اور اہلیان چمن کا یہ دیرینہ مطالبہ بھی ہے کہ مقامی لوگوں کی آمدورفت کیلئے علیحدہ راستہ بنا کر آمدورفت کا مسئلہ حل کیا جائے۔

(محمد صدیق)

ملک بھر میں توہینِ مذہب کے الزام میں 179 افراد زیرِ حراست ہیں

اسلام آباد سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے انسانی حقوق کو آگاہ کیا گیا ہے کہ ملک بھر میں توہین رسالت کے مقدمات میں 179 افراد زیر حراست ہیں اور ٹرائل کا سامنا کر رہے ہیں جبکہ 17 افراد کو سزا سنائی گئی ہے۔ نیشنل ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی جانب سے سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے انسانی حقوق میں پیش کی گئی رپورٹ میں توہینِ مذہب کے الزام میں گرفتار افراد کے اعداد و شمار دیے گئے ہیں۔ خیال رہے کہ گزشتہ ماہ جڑانوالہ میں توہینِ مذہب کے الزام میں مسیحی عبادت گاہیں اور گھر نذر آتش کیے جانے کے واقعے کے ایک روز بعد منعقدہ قائمہ کمیٹی برائے انسانی حقوق کے اجلاس میں کمیٹی کے چیئرمین سینیٹر ولید اقبال نے کمیشن سے ملک بھر میں توہینِ مذہب کے مقدمات کی فہرست طلب کی تھی۔ سینیٹر ولید اقبال نے ہدایت کی تھی کہ اگر قانون مسلمانوں کے خلاف استعمال ہوا ہے تو اس پر بھی تفصیلات فراہم کی جائیں۔ علاوہ ازیں کمیٹی نے وزارت انسانی حقوق کی قومی رابطہ کمیٹی تشکیل دینے کی سفارش بھی منظور کی جو کہ اقلیتوں کو درپیش مسائل پر مؤثر کنٹرول کے لیے معیاری آپریٹنگ طریقہ کار کا مسودہ تیار کرے گی۔ قائمہ کمیٹی کے پاس جمع کی گئی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ملک بھر میں اس وقت 179 افراد زیر حراست ہیں جو توہین رسالت کے مقدمات کا سامنا کر رہے ہیں۔ صوبوں کی طرف سے دیے گئے اعداد و شمار کا ذکر کرتے ہوئے رپورٹ میں نشان دہی کی گئی ہے کہ توہین کے الزامات میں 17 افراد اسلام آباد، 18 پنجاب، 78 سندھ، 55 خیبر پختونخوا اور ایک شخص بلوچستان میں زیر حراست ہے۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ اب تک 17 افراد کو سزا سنائی گئی ہے جن میں سے 11 اسلام آباد، 4 سندھ اور دو کا تعلق بلوچستان سے ہے جبکہ پنجاب اور خیبر پختونخوا میں کسی کو بھی سزا نہیں سنائی گئی۔ ڈان ڈاٹ کام سے بات کرتے ہوئے سینیٹر ولید اقبال نے کہا کہ قائمہ کمیٹی نے انسانی حقوق کمیشن سے جامع رپورٹ طلب کی تھی لیکن کمیٹی کی طرف سے ایک صفحے پر مشتمل رپورٹ جمع کرائی گئی ہے۔ سینیٹر نے کہا کہ اگلے اجلاس میں ہم کمیشن سے مزید تفصیلات بھی طلب کریں گے اور درج مقدمات کے حوالے سے بھی مکمل جائزہ طلب کیا جائے گا۔ سینیٹر ولید اقبال نے ذاتی مفادات کے لیے توہین رسالت کے قوانین کے استعمال پر تشویش کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ کمیٹی قوانین کا غلط استعمال روکنے کے لیے مختلف طریقوں کا بھی تعین کرے گی اور قوانین کا غلط استعمال روکنے کے حوالے سے تبادلہ خیال کے لیے سینیٹر شیری رحمٰن کو بھی مدعو کیا جائے گا اور ان کی طرف سے توہینِ مذہب کے حوالے سے پیش کیے گئے بل کا بھی جائزہ لیا جائے گا۔

(بشکریہ روزنامہ ڈان)

نادرا اور عوامی مشکلات

چمن بلوچستان کے دوسرے بڑے تجارتی شہر میں بارہ لاکھ نفوس سے زائد آبادی ہے اور ایک نادرا سنٹر ہے جہاں پر قومی شناختی کارڈ بنوانا کسی عذاب سے کم نہیں۔ نیشنل پارٹی کے ضلعی جنرل سیکرٹری نقیب اللّٰہ اچکزئی، سابق ضلعی صدر سراج الدین، قلعہ عبداللّٰہ کے صدر ملک فدا محمد، مولوی نجیب اللّٰہ، مولوی عطا اللّٰہ، عمر شاہ بیانزئی اور دیگر نے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے نمائندے کو بتایا کہ نادرا، چمن میں بدعنوان آفیسر کی بدمعاشی اور عوام کی تذلیل ناقابل برداشت ہے۔ فرض شناس آفیسرز کا سیاسی وجوہات پر تبادلہ کر کے عوام کو مایوسی کے سوا کچھ نہیں ملا کیونکہ موصوف چمن کے رہائشی ہونے کی وجہ سے ہر قسم کی روایات اور رسم و رواج سے بخوبی واقف تھے۔ انکے دور میں شناختی کارڈ کا حصول آسان ہونے کے ساتھ ساتھ عوام کو کوئی مشکل درپیش نہیں تھی ان کا تبادلہ جلد از جلد منسوخ کیا جائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ نادرا میں ایک بار پھر ایجنٹ سرگرم ہو چکے ہیں۔ غریب اور بے بس سائلین سے فی کس تین سے چار ہزار روپے رشوت لیتے ہیں جو سراسر ظلم ہے۔ ان کے خلاف قانونی کاروائی عمل میں لائی جائے۔ خواتین اور بزرگ دور افتادہ علاقوں سے آ کر انتظارگاہ میں گھنٹوں انتظار کرتے کرتے ضروریات پوری نہ ہونے پر مایوس ہو کر واپس لوٹ جاتے ہیں جس کی اہم وجہ یہ ہے کہ نادرا میں سفارشی کلچر موجود ہے اور عملے کا زیادہ تر دفتر سے غیر حاضر رہنا ہے۔ دور جدید میں چند کاغذات کے تحت شناختی کارڈ کا اجراء اور حصول یقینی بنایا جائے تاکہ ان کو درپیش مسائل بہ آسانی حل ہوں۔ ہم ڈی آئی جی نادرا سے اپیل کرتے ہیں کہ شہر کی آبادی زیادہ ہونے اور ایک اور سینٹر عمل میں لایا جائے تاکہ عوام کی مشکلات میں کمی ہو۔

(محمد صدیق)

پاکستان افغان مہاجرین کی ملک بدری پر عملدرآمد روک دے، یو این ماہرین

اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل کے مقرر کردہ غیر جانبدار ماہرین نے پاکستان پر زور دیا ہے کہ وہ 14 لاکھ افغان مہاجرین کو واپس بھیجنے کے منصوبوں کو فوری طور پر منسوخ کرے جنھیں اپنے ملک میں انسانی حقوق کی پامالی کا خطرہ ہے۔ ماہرین نے یہ مطالبہ ایسے موقع پر کیا ہے جب پاکستان نے ضروری دستاویزات کے بغیر ملک میں مقیم تمام غیر ملکیوں کو یکم نومبر تک ملک چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔ حکومت کا کہنا ہے کہ مقررہ تاریخ تک واپس نہ جانے والوں کو ملک بدر کر دیا جائے گا۔ اس منصوبے سے ایسے لاکھوں افغان متاثر ہوں گے جو انسانی حقوق سے متعلق سنگین خدشات اور افغانستان میں سالہا سال سے جاری انسانی بحران کے باعث سلامتی اور تحفظ کی تلاش میں پاکستان آئے تھے۔ پاکستان کی حکومت نے کئی دہائیوں تک ان افغانوں کی میزبانی کی ہے۔ ماہرین نے کہا ہے کہ پاکستان کی حکومت انسانی حقوق اور پناہ گزینوں سے متعلق بین الاقوامی ضابطوں کے تحت انہیں اپنے انفرادی حقوق کے تحفظ کے طریقہ ہائے کار تک مکمل رسائی مہیا کرے۔ ماہرین نے کہا کہ وہ پاکستان پر زور دیتے ہیں کہ وہ پناہ گزینوں کو خطرناک جگہ پر واپس نہ بھیجنے اور ان کی اجتماعی بے دخلی یا جبری واپسی کی ممانعت کے اصول پر قائم رہے۔ مہاجرین کی جبراً واپسی کی ممانعت کا اصول تشدد اور دیگر ظالمانہ، غیر انسانی یا توہین آمیز سلوک یا سزا کے خلاف کنونشن کا اہم حصہ ہے اور پاکستان بھی اس کنونشن کا فریق ہے۔ انہوں نے خبردار کیا ہے کہ اگر افغان مہاجرین کو جبراً واپس بھیجا گیا تو بہت سے خاندانوں، خواتین اور بچوں کو انسانی حقوق کی پامالی سمیت ناقابل تلافی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ ماہرین نے مہاجرین کو واپس بھیجنے کے اعلان کے بعد پاکستان میں رہنے والے افغانوں کی گرفتاریوں، ان کے استحصال اور ان سے توہین آمیز سلوک روا رکھے جانے کی اطلاعات پر بھی تشویش ظاہر کی ہے۔ 23 دسمبر 2021 کو اقوام متحدہ کے ماہرین نے ایک خط میں پاکستان کی حکومت پر زور دیا تھا کہ وہ افغانستان میں اقتدار پر طالبان کے قبضے کے بعد افغان شہریوں کی ملک بدری روکے یہاں تک کہ ان لوگوں کی اپنے ملک میں محفوظ اور باوقار واپسی کے لیے حالات اور انسانی حقوق کی صورتحال سازگار نہ ہو جائے۔ ماہرین نے پاکستان سے یہ بھی کہا کہ وہ ملک میں تحفظ کے خواہاں لوگوں کی حفاظت یقینی بنانے کے لیے اقوام متحدہ کے متعلقہ اداروں کے ساتھ اپنا تعاون جاری رکھے۔ خصوصی اطلاع کار اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل کی جانب سے متعین کیے جاتے ہیں جو اس کے خصوصی طریقہ ہائے کار کا حصہ ہیں۔ یہ ماہرین مخصوص موضوعاتی امور یا ملکی صورتحال کی نگرانی کرتے اور اس بارے میں اپنی رپورٹ دیتے ہیں۔ یہ اطلاع کار یا ماہرین انفرادی حیثیت میں کام کرتے ہیں جو نہ تو اقوام متحدہ کے عملے کا حصہ ہوتے ہیں اور نہ ہی اپنے کام کا معاوضہ لیتے ہیں۔

(بشکریہ یو این ڈاٹ او آر جی)

امن وامان کی خراب صورتحال کے خلاف احتجاج

نوشکی بی این پی اور بی ایس او کے زیر اہتمام اپیکس کمیٹی کے فیصلے کے خلاف بی این پی سیکرٹریٹ کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا گیا جس میں بڑی تعداد میں خواتین اور بچوں نے بھی شرکت کی۔ احتجاجی مظاہرہ سے بی این پی کے ضلعی صدر میر بہادر خان مینگل سی سی ممبر میر خورشید جمالدین بی ایس او کے آغا الیاس، شاہ شہناز مینگل، ڈاکٹر فیض مینگل، ثمن مینگل اور صاحب خان مینگل نے خطاب کیا۔ مقررین نے کہا ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت وڈھ کے حالات کو خراب کر کے وڈھ میں فوجی آپریشن کے لیے راہ ہموار کی جا رہی ہے تاکہ بی این پی کے قائد کو دیوار سے لگایا جا سکے۔ دو ماہ سے وڈھ کے مخدوش صورت حال کے پیش نظر وڈھ کے باشندے نقل مکانی کر رہے ہیں۔ کاروبار بری طرح متاثر ہونے کی وجہ سے شہریوں کے معاشی مشکلات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ مقررین نے الزام لگایا بی این پی کے سربراہ سردار اختر جان مینگل کی عوامی مقبولیت اور بلوچستان کے عوام اور بالخصوص لاپتہ افراد کے بازیابی کے لیے آواز اٹھانے کے لیے منفی اور اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر رہی ہے۔ مقررین نے کہا کوئٹہ کراچی شاہراہ پر مسافر بسوں کو بھی نشانہ بنانا حکومتی اداروں کی کارکردگی پر سوالیہ نشان ہے۔ وڈھ کا مسئلہ سیاسی اور پر امن طریقے سے حل کیا جائے۔ طاقت کا استعمال کسی بھی مسئلہ کا حل نہیں ہے۔ بلوچستان کسی صورت بھی مزید جنگ جدل اور قبائلی تنازعات کا متحمل نہیں ہو سکتا ہے۔ مقررین نے الزام لگایا حکومت ڈیتھ اسکواڈ کو لگام دینے کی بجائے انکی سرپرستی کر رہی ہے جو باعث تشویش ہے۔ ڈیتھ اسکواڈ کے کارندوں کو غیر مسلح کیا جائے۔ بی این پی کے قائدین اور کارکنوں کو ایسے منفی اور اوچھے ہتھکنڈوں سے مرغوب نہیں کیا جا سکتا۔ بلوچستان کے عوام کے حقوق کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ وڈھ کے مخدوش صورت حال کی وجہ سے ہندو برادری سب سے زیادہ متاثر ہو رہے ہیں۔

(محمد سعید)

بجلی کی طویل لوڈ شیڈنگ

نوشکی نوشکی کے دیہی علاقوں میں 22 گھنٹوں کی طویل لوڈ شیڈنگ سے جہاں معمولات زندگی بری طرح متاثر ہو رہا ہے دوسری جانب زرعی شعبہ تباہی سے دوچار ہونے کی وجہ سے ہزاروں زمین دار معاشی مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں۔ زمین دار ایکشن کمیٹی کے صدر میر محمد اعظم ماندائی نے ایچ آر سی پی کے ضلعی کوآڈینیٹر سے گفتگو کرتے ہوئے کہا نوشکی روزگار کے ذرائع نہ ہونے کے برابر ہیں 70 فی صد سے زائد آبادی کا انحصار زراعت سے وابستہ ہے اور اب گندم اور زیرے کی بوائی کا سیزن شروع ہو چکا جو 15 نومبر تک جاری رہتی ہے۔ کیسکو حکام نوشکی میں دو گھنٹے بجلی کی سپلائی کر کے ہزاروں زمین داروں کا معاشی قتل عام کر رہی ہے۔ کیسکو حکام اور زمین داروں کے مابین 8 گھنٹے بجلی کی فراہمی کا تحریری معاہدہ ہوا تھا لیکن کیسکو حکام معاہدے کے خلاف ورزی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ پانی کی عدم فراہمی کی وجہ انگور، انار اور زیتون کے باغات بھی مطلوبہ مقدار میں پانی نہ ملنے کی وجہ سے بری طرح متاثر ہونے سے زمین داروں کو کروڑوں روپے کے نقصانات کا خدشہ لاحق ہو گیا ہے۔ ایک باغ کی تیاری میں پانچ سال درکار ہوتے ہیں۔ نوشکی کے زمیندار بجلی کے بل بھی باقاعدگی سے جمع کرا رہے ہیں اس لیے کیسکو حکام معاہدے کی پاسداری کرتے ہوئے 8 گھنٹے بجلی کی فراہمی کو یقینی بنائیں۔ بصورت دیگر ہم اپنی بقا کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

(محمد سعید)

استاد بھی محفوظ نہیں

خیبر 'دشمن کے بچوں کو پڑھانے والے، ہمارے بچوں کو پڑھانے والوں کو لاپتا کر رہے ہیں۔' ضلع خیبر باڑہ تحصیل برقمبر خیل میں پرائیویٹ سکول یونیک ماڈل ہائی سکول اینڈ کالج پر سیکیورٹی فورسز کا چھاپہ جس میں ایک ٹیچر محمد والید آفریدی والد انور خان کو سکول سے اغوا کر لیا گیا۔ اگر واقعی ان پر کوئی جرم کا دعویٰ ہوتا تو ان پر ایف آئی ار کاٹی جاتی اور ان کو عدالت کی طرف سے نوٹس بھیجا جاتا اور ان کو عدالتی کٹہرے میں لایا جاتا۔ اس طرح سکول کے اندر اور سٹوڈنٹ کے سامنے اس کے استاد کو اٹھانا اور لاپتا کرنا کیا تاثر دیتا ہے۔ باڑہ قبیلہ شلوبر سے تعلق رکھنے والے سیاسی اور سماجی شخصیات نے گزشتہ رات شلوبر میں سید رحمان نامی شخص کے گھر پر پولیس کا بغیر لیڈی سرچ اور بغیر وارنٹ رات کے اندھیرے میں چھاپے اور چادر و چار دیواری کے تقدس کی پامالی کی شدید الفاظ میں مذمت کی ہے۔

(نامہ نگار)

انسانی حقوق: پاکستان افغان مہاجرین کی ملک بدری معطل کرے

اقوام متحدہ کے دفتر برائے انسانی حقوق (او ایچ سی ایچ آر) نے پاکستان میں غیر قانونی طور پر مقیم غیر ملکیوں کو واپس بھیجے جانے کے فیصلے پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے ملک میں 14 لاکھ افغان پناہ گزین غیر متناسب طور سے متاثر ہوں گے۔ 'یو این ایچ سی آر' کی ترجمان روینہ شمداسانی نے جینیوا میں صحافیوں کو بتایا ہے کہ ادارہ پاکستان کے حکام پر زور دے رہا ہے کہ وہ اس فیصلے پر عملدرآمد معطل کرے۔ ان کا کہنا ہے کہ ملک بدر کیے جانے والے بہت سے لوگوں کو افغانستان واپسی کی صورت میں اپنے انسانی حقوق کی سنگین پامالیوں کا خطرہ ہو سکتا ہے جس میں ناجائز حراست اور گرفتاری، تشدد، ظالمانہ اور دیگر غیر انسانی سلوک شامل ہے۔ اس وقت پاکستان میں 20 لاکھ سے زیادہ غیر رجسٹرڈ افغان مقیم ہیں جن میں سے کم از کم چھ لاکھ ایسے ہیں جو اگست 2021 میں طالبان کے برسراقتدار آنے کے بعد ملک میں داخل ہوئے تھے۔

حقوق کی پامالیوں کا سنگین خدشہ

پاکستان کی حکومت نے ملک میں غیر قانونی طور پر مقیم لوگوں کو یکم نومبر سے پہلے ملک چھوڑنے کی ہدایت جاری کر رکھی ہے جس کے بعد بہت سے افغان پناہ گزین خاندان واپس جا چکے ہیں۔ 'یو این ایچ سی آر' اور عالمی ادارہ برائے مہاجرت (آئی او ایم) نے 3 اکتوبر کو حکومت پاکستان کی جانب سے یہ اعلان ہونے کے بعد افغانوں کی پاکستان سے واپسی میں بڑے پیمانے پر اضافے کے بارے میں بتایا ہے۔ دونوں اداروں کی رپورٹ کے مطابق 15 اکتوبر تک 59,780 افغان پاکستان سے جا چکے تھے۔ ان میں سے 78 فیصد لوگوں نے اپنی ممکنہ گرفتاری کو ملک چھوڑنے کی وجہ قرار دیا۔ روینہ شمداسانی کا کہنا تھا کہ افغانستان میں سول سوسائٹی کے کارکنوں، صحافیوں، انسانی حقوق کے محافظوں، سابق حکومت کے حکام اور سابق فوج کے ارکان اور خواتین اور لڑکیوں کے حقوق کو خاص طور پر خطرہ لاحق ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے افغان حکام کی جانب سے لڑکیوں کو ثانوی درجے اور یونیورسٹی کی تعلیم، بہت سے شعبوں میں کام اور روزمرہ عوامی زندگی میں مکمل شرکت سے محروم رکھے جانے جیسی گھناؤنی پالیسیوں کا حوالہ دیا۔

'جبری واپسی روکی جائے'

روینہ شمداسانی نے کہا کہ یکم نومبر کی حتمی تاریخ قریب آنے پر 'یو این ایچ سی آر' پاکستان کے حکام پر زور دیتا ہے کہ وہ افغانوں کی جبری واپسی کا عمل معطل کرے تاکہ کسی تاخیر کے بغیر ان کے انسانی حقوق کی پامالی سے بچا جا سکے۔ ادارے نے حکومت سے یہ بھی کہا ہے کہ وہ ضرورت مند پناہ گزینوں کو تحفظ کی فراہمی جاری رکھے اور مستقبل میں ان کی واپسی محفوظ، باوقار اور بین الاقوامی قانون کے مطابق ہونی چاہیے۔ روینہ شمداسانی نے بتایا کہ سردیوں کی آمد کے موقع پر بڑے پیمانے پر ملک بدری سے افغانستان میں سنگین انسانی بحران مزید شدت اختیار کر سکتا ہے جبکہ رواں ماہ صوبہ ہرات میں آنے والے پے در پے زلزلوں سے لوگوں کو پہلے ہی تباہ کن حالات کا سامنا ہے۔ افغان حکام کے مطابق ان زلزلوں میں کم از کم 1,400 افراد ہلاک اور 1,800 زخمی ہوئے ہیں۔ امدادی امور کے لیے اقوام متحدہ کے رابطہ دفتر (اوسی ایچ اے) کے مطابق افغانستان کی 43 ملین آبادی میں سے تقریباً 30 ملین کو امداد کی ضرورت ہے جبکہ 30 لاکھ سے زیادہ لوگ اندرون ملک بے گھر ہیں۔ روینہ شمداسانی نے کہا کہ ادارہ افغانستان کے حکمرانوں کو انسانی حقوق کے تحفظ، فروغ اور تکمیل سے متعلق ان کی ذمہ داریاں یاد دلاتا ہے۔

(بشکریہ یو این او ڈ آٹ او آر جی)

جنگ اور تشدد سے دنیا میں 11 کروڑ 40 لاکھ افراد دربدر

پناہ گزینوں کے لیے اقوام متحدہ کے ادارے 'یو این ایچ سی آر' نے بتایا ہے کہ رواں سال کے پہلے نو مہینوں میں جنگوں، مظالم اور حقوق کی پامالیوں کے باعث 114 ملین لوگ نقل مکانی پر مجبور ہو چکے ہیں۔ جون 2023 تک دنیا بھر میں 110 ملین لوگوں نے نقل مکانی کی جو گزشتہ سال کے مقابلے میں 1.6 ملین زیادہ بڑی تعداد ہے۔ جون اور اختتام ستمبر کے درمیانی عرصہ میں اندازاً مزید چار ملین لوگوں کو نقل مکانی پر مجبور ہونا پڑا جس کے بعد یہ تعداد 114 ملین تک جا پہنچی ہے۔ یوکرین کی جنگ اور سوڈان، جمہوریہ کانگو اور میانمار میں لڑائیوں، صومالیہ میں خشک سالی، سیلاب، عدم تحفظ اور افغانستان میں طویل انسانی بحران 2023 میں نقل مکانی کے بڑے محرکات ہیں۔ پناہ گزینوں کے لیے اقوام متحدہ کے ہائی کمشنر فلیپو گرینڈی نے اس صورتحال پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ دنیا بھر میں پھیلتے اور بڑھتے ہوئے بہت سے تنازعات سے معصوم جانوں کا نقصان ہو رہا ہے اور لوگ ہجرت پر مجبور ہو رہے ہیں۔

عالمی برادری کی ناکامیاں

'یو این ایچ سی آر' کی رپورٹ میں ستمبر 2023 تک کے حالات بیان کیے گئے ہیں اور یہ 7 اکتوبر کو شروع ہونے والے اسرائیل۔فلسطین تنازع کا احاطہ نہیں کرتی۔ اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کم اور متوسط آمدنی والے ممالک پر عالمی تحفظ کے ضرورت مند لوگوں کی تین چوتھائی تعداد کا بوجھ ہے۔ فلیپو گرینڈی نے کہا کہ تنازعات کو حل کرنے یا نئے تنازعات روکنے میں عالمی برادری کی ناکامی بے گھری اور مصائب کو جنم دے رہی ہے۔ تنازعات کا خاتمہ کرنے اور پناہ گزینوں اور دیگر بے گھر لوگوں کی واپسی یا انہیں زندگیوں کی دوبارہ شروعات میں مدد دینے کے لیے دنیا کو متحد ہو کر کام کرنا ہو گا۔

بہت بڑے مسائل کے باوجود ہائی کمشنر گرینڈی نے اس مسئلے سے نمٹنے کے عزم کا اظہار کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ غزہ، سوڈان اور دیگر علاقوں کی بدلتی ہوئی صورتحال کے تناظر میں امن اور پناہ گزینوں و دیگر بے گھر لوگوں کے مسائل حل ہونے کے امکانات بظاہر بہت کم ہیں، تاہم اس مقصد کے لیے کوششیں ترک نہیں کی جا سکتیں۔ اقوام متحدہ اپنے شراکت داروں کے ساتھ مل کر پناہ گزینوں کے مسائل کے حل ڈھونڈنے کی کوششیں جاری رکھے گا۔

پناہ گزینوں کا عالمی فورم

یہ رپورٹ پناہ گزینوں کے دوسرے عالمی فورم سے قبل جاری کی گئی ہے جو رواں سال 13 تا 15 دسمبر جنیوا میں منعقد ہونا ہے۔ اپنی نوعیت کے اس سب سے بڑے فورم میں حکومتیں، پناہ گزین، مقامی حکام، بین الاقوامی ادارے، سول سوسائٹی اور نجی شعبہ پناہ گزینوں اور نقل مکانی پر مجبور ہونے والے لوگوں کے بارے میں بات چیت کریں گے۔

(بشکریہ یو این او ڈ آٹ او آر جی)

عورتیں

بھائیوں کا بہن اور بھانجیوں پر تشدد

نوشہرو فیروز تفصیلات کے مطابق نواحی علاقہ بھریاسٹی کے گاؤں حسین کلہوڑو میں بھائیوں اور بھتیجوں کا مسمات فریدہ کلہوڑو اور ان کی دو بیٹیوں عائشہ اور مریم پر ڈنڈوں سے حملہ کر کے زخمی کر دیا۔ گاؤں والوں نے چیخ و پکار سن کر زخمی خواتین کو بچایا اور اسپتال منتقل کیا جہاں پر ڈاکٹروں نے زخمیوں کو طبی امداد دے کر نوشہرو فیروز منسوب کر دیا۔ اس حوالے سے زخمی خاتون فریدہ کلہوڑو نے الزام عائد کرتے ہوئے بتایا کہ میرے بھائی اور بھتیجے اکمل، محبوبہ رشید، عبدالرحمٰن اور ارفع نے گھر میں گھس کر ہمیں سخت تشدد کا نشانہ بنایا اور پورے گاؤں میں ہماری تزلیل کی ہے اور ہمیں جان سے مارنے کی دھمکیاں دیں ہیں۔ مسمات فریدہ کلہوڑو نے مزید بتایا کہ چند ماہ قبل میرے بھائی کا قتل ہوا جس کا الزام میرے شوہر پر لگایا جس کے بعد بھائیوں کے کہنے پر شوہر کے خلاف عدالت میں بیان نہ دینے پر بھائی دشمن بن گئے ہیں۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ بھریاسٹی پولیس ہم زخمی خواتین کی شکایت نہیں سن رہی اور مخالفین کی پشت پناہی کر رہی ہے۔ انہوں نے آئی جی سندھ ڈی آئی جی شہید بے نظیر آباد اور ایس ایس پی نوشہرو فیروز سے مطالبہ کیا کہ ہمیں تحفظ اور انصاف فراہم کیا جائے، اور ہم پر ہونے والے تشدد کا مقدمہ درج کیا جائے بصورت دیگر ہم سخت احتجاج پر مجبور ہونگے۔

(الطاف حسین قاسمی)

بیٹی سدرہ ہم شرمندہ ہیں"

---- گذشتہ ماہ میانوالی شہر میں غیرت کے نام پر سگے باپ کے ہاتھوں قتل ہونے والی بیٹی ڈاکٹر سدرہ کے بھائیوں نے اپنے باپ کو معاف کر دیا جس کی بنا پر وہ باعزت بری ہو کر گھر پہنچ گیا۔ لیکن مجھے پورا یقین ہے کہ خود ساختہ عزت کا وہ عامہ جو ہم نے غرور اور تکبر کے سر پر باندھ رکھا ہے اُس میں ضرور اضافہ ہوا ہوگا۔ اس فعل سے علاقہ میں خان صاحب کی دھاک بیٹھنے کے ساتھ ضلع بھر کی بیٹیاں جو پہلے سے استحصال کا شکار اور مجبوری کی وجہ سے بول نہیں سکتیں وہ اور زیادہ سہم گئی ہوں گئی۔ بھائی بھی خوشی سے چھلک رہے ہوں گے کہ ہم سب نے کیسے ایک مظلوم بیٹی کا سفاکانہ طریقے سے قتل ہضم کر لیا ہے۔ لیکن اس میں اتنے اچنبھے کی کوئی بات نہیں کیونکہ ریاست جسے ماں کہتے ہیں جب ماں ہی ظالم اور جابر لوگوں کے ہاتھوں یرغمال ہو توان معصوم اور ناتواں بیٹیوں کا ایسا ہی حشر ہونا گا لیکن یاد رہے اوپر ایک ایسی عدالت لگے گی جہاں نہ کسی وکیل کے دلائل اور نہ قصاص و دیت کا قانون کام آئے گا۔ وہاں نہ مدعی کو تفتیش میرٹ پر کرنے کیلئے اپنا زیور بیچ کر رقم کی ضرورت ہوگی اور نہ جج خریدنے کی نوبت آئے گی۔ لیکن افسوس ہے ان اسلام کے ٹھیکیداروں پر جنھوں نے مسجد و ممبر پر قبضہ کر رکھا ہے لوگوں کو "ایک انسان کا قتل گویا پوری انسانیت کا قتل" کی آیات و احادیث سناتے نہیں تھکتے۔ پھر ایسے واقعات پر اُن کی زبان گنگ کیوں ہو جاتی ہے؟ اگر ان مولویوں سے آپ اس موضوع اور قصاص و دیت کے قانون کے غلط استعمال پر بات کریں تو یہ اُلٹا اس کے حق میں دلائل دیں گے۔ یاد رہے کہ قصاص و دیت کا قانون وفاقی شرعی عدالت کی پیدوار ہے جسے فوجی آمر جنرل ضیاالحق نے ملک میں اسلام کے خود ساختہ نفاذ کے لئے قائم کیا تھا۔ اس کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوگا کہ وفاقی شرعی عدالت نے جماعت اسلامی کے رہنما ایڈووکیٹ اسماعیل قریشی کی درخواست پر ضابطہ فوجداری کی تین سوشقوں کو غیر اسلامی قرار دے کر حکومت کو ہدایت کی کہ وہ اس کی جگہ قصاص و دیت کے قانون کو نافذ کرے۔ سپریم کورٹ نے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو ٹھیک گردانتے ہوئے حکومتِ وقت پر دباؤ ڈالا کہ وہ اسلامی قانون کو نافذ کرے، اس وقت کے چیف جسٹس افضل ظلہ صاحب نے قصاص و دیت کے قانون کے نفاذ کو تبصرہ نگاروں کے مطابق اپنا ذاتی مسئلہ بنا کر حکومت کو مسلسل دباؤ میں رکھا اور مصطفیٰ جتوئی کی نگران حکومت کے دور میں یہ قانون پاکستانی قانون کا حصہ بن گیا۔ ظلم کی انتہا کہ ایک طرف تو ہم کہتے ہیں کہ ریاست ماں ہے لیکن دوسری طرف اس قانون کے تحت کسی شخص کا قتل ریاست کے خلاف نہیں بلکہ شخص کے خلاف ہے جس نے یہ قتل کیا ہو اور مقتول کے خاندان یا مدعی کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ چاہیں تو قاتل کو معاف بھی کر سکتے ہیں مگر قتل جیسا قبیح کیس فوجداری کی بجائے ایک دیوانی مقدمہ بنا دیا گیا جس کے تحت مقتول کے ورثاء قاتل کو اپنی مرضی سے یا کسی دباؤ کے تحت معاف کر سکتے ہیں چاہے خاندان نے مل کر پہلے سے ایک سازش کے تحت غیرت یا بہن بیٹی کی زمین کا حصہ غضب کرنے کیلئے ہی کیوں نہ کیا ہو۔ دنیا بھر میں نئے قوانین ہمیشہ موجودہ حالات و واقعات کو دیکھ کر عوام کی بھلائی کیلئے بنائے جاتے ہیں۔ اور کیا ایسے قوانین میں ترامیم نہیں کی جا سکتیں جن سے معاشرہ اور اس کے خاص کر مظلوم افراد پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہوں؟ میں یہاں چیف جسٹس آف پاکستان جناب قاضی فائز عیسیٰ صاحب سے ہاتھ باندھ کر اپیل کروں گا کہ وہ اس سلسلہ میں سوموٹو ایکشن لیں اور ضلع میانوالی کی وکلاء برادری اس مسئلہ پر سامنے آئے اور اپنا بھرپور کردار ادا کرے۔

(عصمت اللہ نیازی)

بے قومیت کا مطلب خواتین اور لڑکیوں پر مظالم میں اضافہ

---- تقریباً 50 ممالک میں قومیت سے متعلق قوانین صنفی اعتبار سے امتیازی ہیں اور 24 ملک ایسے ہیں جہاں خواتین کو اپنے بچوں کو شہریت دلانے کے لیے مردوں کے مساوی حق سے محروم رکھا گیا ہے۔ خواتین اور لڑکیوں کے خلاف تشدد پر اقوام متحدہ کی خصوصی اطلاع کار ریم السلام کا کہنا ہے کہ بے قومیت اور قومیت سے متعلق صنفی تفریق پر مبنی قوانین خواتین کے خلاف تشدد کے مترادف ہیں جو انسانی حقوق کی پامالی پر منتج ہوتے ہیں۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کو ایک رپورٹ پیش کرتے ہوئے انہوں نے کہا ہے کہ قومیت کے قوانین میں جنس اور صنف کی بنیاد پر تفریق بے قومیت کی بڑی وجوہات میں سے ایک ہے اور یہ ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں۔ اس لیے خواتین اور لڑکیوں کے لیے صنفی نتائج کو پوری طرح سامنے نہیں لایا گیا اور ان پر تا حال زیادہ دھیان بھی نہیں دیا گیا۔ ان میں پیدائش کے اندراج اور بچوں کو قومیت دینے کی راہ میں رکاوٹیں، نقصان دہ تعلقات میں رہنے پر مجبور کیے جانے سمیت انسانی حقوق کی پامالیوں کے وسیع تر خدشات، بنیادی خدمات تک رسائی میں مسائل، بچوں کی تحویل کے حوالے سے پیچیدگیاں اور معاشرے میں محدود تحفظ اور شرکت جیسے مسائل نمایاں ہیں۔ قومیت سے متعلق صنفی تفریق پر مبنی قوانین اور لاقومیت کی بنیادی وجوہات ایک سی ہو سکتی ہیں۔ رپورٹ میں اس حوالے سے پدر شاہانہ اقدار، آبادی پر کنٹرول، اقلیتی طبقات سے تعلق رکھنے والی خواتین کے خلاف امتیازی سلوک کی باہم متقاطع اقسام اور پیدائش کے اندراج یا قومیت کے حصول میں انتظامی رکاوٹوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ انسانی حقوق سے متعلق بین الاقوامی معاہدے خواتین کو قومیت میں تبدیلی یا اسے برقرار رکھنے اور مردوں کے ساتھ مساوی بنیاد پر اپنے بچوں کو قومیت دلانے کے حقوق دیتے ہیں۔ ریم السلام نے قومیت سے متعلق صنفی تفریق پر مبنی قوانین میں ترامیم کرنے والے بہت سے ممالک اور فریقین کی کوششوں کا اعتراف کیا۔ ان ممالک نے بے قومیت کے تعین سے متعلق طریقہ ہائے کار کو مزید مشمولہ اور قابل رسائی بنانے، شہریوں کے اندراج سے متعلق جامع نظام کی تیاری اور بے قومیت شہریوں سے متعلق معلومات کو قومی ریکارڈ کا حصہ بنانے کے لیے نمایاں اقدامات کیے ہیں۔ انہوں نے قومی سطح پر قوانین میں اصلاحات لانے، بے قومیت سے متعلق معاہدوں میں اضافہ کرنے، بے ملک آبادی کے بارے میں قابل موازنہ اور مختلف النوع معلومات اکٹھی کرنے، شہریت کے حصول کے موثر طریقوں کی فراہمی کے لیے مذہبی اور سماجی رہنماؤں کی شراکت سے مضبوط مہمات چلانے اور شہریت سے متعلق دستاویز کاری و اندراج کے لیے خواتین کا آزادانہ حق یقینی بنانے کے لیے بھی کہا۔ ان کا کہنا تھا اصلاحات اور بہتر طریقہ ہائے کار سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر حقوق کی بنیاد پر حکمت عملی ترتیب دی جائے اور سیاسی ارادہ موجود ہو تو قومیت سے متعلق صنفی تفریق پر مبنی قوانین اور بے قومیت کا خاتمہ کرنا مشکل نہیں۔

(بشکریہ یو این ڈاٹ او آر جی)

قانون نافذ کرنے والے ادارے

جبری گمشدگی

----- پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کے ممبر، سرگرم سماجی کارکن اور حیدرآباد کے وکیل رہنما محبّ آزاد لغاری کو صادق آباد جیل کے باہر سے اٹھا لیا گیا۔ سندھ سجاگی فورم کے رہنما سارنگ جویو کی جانب سے جاری پریس ریلیز میں کہا گیا ہے کہ، "ان کے ساتھی، سینئر وکیل محبّ آزاد جو کہ اپنے کلائنٹ عرفان زہرانی کی رہائی کے حکم کے ساتھ صادق آباد جیل گئے ہوئے تھے، عرفان کی رہائی کے بعد جیسے ہی باہر نکلے تو دونوں کو پنجاب پولیس اور ریاستی ادوروں کے اہلکاروں نے اٹھالیا اور ان سے رابطہ بھی نہیں ہو رہا۔" واضح رہے کہ محبّ آزاد کو کچھ عرصہ پہلے بھی انٹیلیجنس اداروں کی جانب سے جبری طور پر گم کیا گیا تھا، آج بھی اس نوجوان کلائنٹ کی رہائی کے لیے گیا ہوا تھا جو خود چھ ماہ اداروں کے پاس جبری طور پر گم رہا اور بعد میں اس کو صادق آباد میں منشیات کے مقدمے میں ظاہر کیا گیا تھا جس کی رہائی ہوتے ہی دونوں کو پھر سے اٹھا لیا گیا ہے۔ خودکش بمبار کا بہانہ بنا کر رینجرز کی طرف سے سکرنڈ نواب شاہ میں ماڑی جلبانی نامی ایک گاؤں پر دھاوا بولا گیا اور نہتے معصوم لوگوں پر فائرنگ کی گئی جس کے نتیجے میں چار کسان مارے گئے اور چار زخمی ہیں۔ یہ وہ محرکات ہیں جو چھوٹے صوبوں کے لوگوں میں احساس محرومی بڑھاتے ہیں اور سوچنے پر مجبور کرتے ہیں کہ کہیں اس ملک کا حصہ بن کر ہم سے کوئی غلطی تو نہیں ہوئی۔ فی الفور ہوم منسٹر سے استعفیٰ لیا جائے اور وزیراعلیٰ بذات خود لواحقین کے پاس آ کر ان سے معافی مانگیں اور جس نے یہ کارروائی کی ہے تمام ذمہ داران پر ایف آئی آر درج کی جائی اور سخت سے سخت سزا دی جائے۔

(رواداری تحریک سندھ)

رینجرز کی مسلح کارروائی میں چار افراد جان سے گئے

نواب شاہ مورخہ 28 ستمبر 2023 کو سکرنڈ کے علاقے ماڑی جلبانی میں رینجرز اور سی ٹی ڈی حیدرآباد کی ٹیم کی کارروائی کے دوران مبینہ فائرنگ سے گاؤں کے جاں بحق ہونے والے 4 مکینوں کی ہلاکت کا مقدمہ راہب خان جلبانی کی مدعیت میں تھانہ ماڑی جلبانی میں پولیس اور قانون نافذ کرنے والے 40 نامعلوم افراد پر درج کرلیا گیا۔ سکرنڈ کے قریب نواحی گاؤں ماڑی جلبانی میں سی ٹی ڈی حیدرآباد کی ٹیم نے رینجرز کے ہمراہ ملزم آچر جلبانی کی گرفتاری کے لئے کارروائی کی تو گاؤں مکینوں کی مبینہ مزاحمت پر حالات کشیدہ ہوگئے اور اس دوران مبینہ فائرنگ کے نتیجے میں گاؤں کے 4 افراد جاں بحق جبکہ 3 زخمی ہوگئے تھے۔ اس واقعہ سے متعلق پولیس کا کہنا ہے کہ گاؤں کے مکینوں نے سرکاری اسلحہ چھیننے کی کوشش کی اور اس دوران ملزمان کو کچے کے علاقہ میں فرار کرادیا۔ کشیدہ صورتحال میں رینجرز کے چار اہلکار زخمی ہوئے۔ ایس ایس پی شہید بینظیر آباد ریٹائرڈ کیپٹن سید حیدر رضا نے میڈیا کو بتایا کہ رینجرز اہلکاروں نے سی ٹی ڈی کی ٹیم کے ہمراہ گوٹھ ماڑی جلبانی میں چھاپہ مارا تھا جس پر مکینوں نے مزاحمت کی اور فورس پر پتھراؤ کردیا جس میں رینجرز کے 4 اہلکار شدید زخمی ہوگئے جبکہ فائرنگ سے گاؤں کے 4 افراد جاں بحق اور 3 زخمی ہوگئے۔ ملزمان کے فرار کی اطلاع پر آپریشن روک دیا گیا۔ گوٹھ ماڑی جلبانی کے سینکڑوں مکینوں نے واقعے کے خلاف قومی شاہراہ پر نعشوں سمیت دھرنا دیکر ملزمان کی گرفتاری کا مطالبہ کیا۔ جلبانی برادری کے مظاہرین نے الزام عائد کرتے ہوئے بتایا کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اہلکاروں نے بلاجواز گاؤں مکینوں پر فائرنگ کی جس کے نتیجہ میں ہمارے 4 افراد قتل ہوگئے۔ جاں بحق ہونے والوں میں 25 سالہ نظام الدین ولد اللہ داد، 30 سالہ سجاول ولد علی حسن، 22 سالہ نہال ولد شہمیر، 20 سالہ اکن ولد اللہ داد جلبانی شامل ہیں جبکہ زخمی ہونے والوں میں امام الدین ولد اللہ داد، سارنگ ولد میاں داد اور اللہ داد ولد محمد صدیق اور ایک خاتون شامل ہیں۔ زخمیوں کو پیپلز میڈیکل اسپتال منتقل کیا گیا۔ فائرنگ کے نتیجے میں 4 افراد کے قتل کا مقدمہ راہب خان جلبانی کی مدعیت میں تھانہ ماڑی جلبانی پر پولیس اور قانون نافذ کرنے والے 40 نامعلوم افراد پر درج کرلیا گیا۔ مظاہرین کے تینوں مطالبات انتظامیہ نے تسلیم کر لیے۔ جاں بحق افراد کی نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد قومی شاہراہ سے دھرنا ختم کیا گیا۔ جاں بحق افراد کی تدفین آبائی گاؤں ماڑی جلبانی میں کردی گئی۔ واضح رہے کہ سکرنڈ کے نواحی گاؤں ماڑی جلبانی میں فائرنگ کے واقعے میں 4 افراد امام بخش، سجاول، میہار اور نظام الدین جاں بحق جبکہ اسرار، علی نواز، کامل، اللہ داد نامی شخص شدید زخمی ہوگئے تھے جنہیں سول اسپتال سکرنڈ منتقل کیا گیا تھا۔ ڈپٹی کمشنر شہید بینظیر آباد زاہد حسین رند نے مظاہرین سے مذاکرات کا عمل شروع کیا مظاہرین نے مطالبہ کیا تھا مطالبات کہ میتوں کا پوسٹ مارٹم کرایا جائے، مقدمہ درج کیا جائے اور معاملہ کی تحقیقات کے لئے کمیٹی تشکیل دی جائے۔ ڈپٹی کمشنر نے بالا حکام سے مشاورت کے بعد مطالبات منظور کر لئے۔ مذاکرات کی کامیابی کے بعد قانون نافذ کرنے والے 40 نامعلوم افراد کے خلاف مقدمہ تھانہ ماڑی جلبانی میں درج کرلیا گیا۔ ڈپٹی کمشنر کی جانب سے معاملہ کی تحقیقات کے لئے صوبائی وزیر داخلہ کو معاملہ کی تحقیقات کے لئے لیٹر بھی ارسال کردیا گیا ہے۔ مدعی مقدمہ راہب جلبانی رجب جلبانی نے بتایا کہ ہمارے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے۔ مجھ بزرگ سمیت ہم سب بے گناہ ہیں آچر جلبانی کو نامعلوم افراد چند ماہ پہلے اٹھا کر لے گئے تھے۔ قصور ثابت نہ ہونے پر آچر جلبانی کو جامشورو کے قریب چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ وہ چند ماہ پہلے ہی گھر پہنچا ہے اگر ہمارے درمیان کوئی مجرم ہے تو پولیس اسے ریکارڈ کے ساتھ عدالت میں پیش کرے ہم عدالتوں میں اپنی بے گناہی ثابت کرنے کو تیار ہیں۔ دوسری جانب کارروائی پر قانون نافذ کرنے والے ادارے کا کہنا ہے کہ ہم نے کارروائی مبینہ دہشت گردی میں ملوث ملزم کی موجودگی کی اطلاع پر کی تھی۔ تحقیقات میں سب واضح ہوجائیگا۔ مزاحمت کے دوران قانون نافذ کرنے والے 4 اہلکار بھی زخمی ہوئے تھے۔

(آصف البشر)

میاں بیوی کا قتل

اوکاڑہ سندھو کالونی میں مبینہ طور میاں بیوی کا قتل۔ اطلاع ملتے ہی ڈی ایس پی مہر یوسف پولیس کی بھاری نفری کے ہمراہ کرائم سین اور 1122 ریسکیو کی ٹیمیں جائے وقوعہ پہنچ گئیں۔ قتل ہونے والوں میں محمد ذیشان اور اس کی بیوی آمنہ شامل ہیں۔ ڈی پی او، اوکاڑہ منصور امان نے وقوعہ کا از خود نوٹس لیتے ہوئے اسپیشل پولیس ٹیم تشکیل دے دی۔ پولیس کی جانب سے ابتدائی رپورٹ کے مطابق خاوند کا بیوی کو قتل کرنے کے بعد خودکشی کرنے کا خدشہ ہے۔ پولیس نے دونوں لاشیں تحویل میں لے کر پوسٹ مارٹم کے لیے اوکاڑہ ڈسٹرکٹ ہسپتال منتقل کر دی تھیں۔ پولیس کی تحقیقات اور پوسٹ مارٹم رپورٹ آنے کے بعد ہی اصل صورتحال سامنے آئے گی کہ میاں بیوی کو کسی نے قتل کیا ہے یا انہوں نے خودکشی کی ہے۔

(اصغر حسین حماد)

☆انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے واقعات کی رپورٹ

1-وقوعہ کیا تھا:			
2-وقوعہ کب ہوا؟	سال	مہینہ	تاریخ
3-وقوعہ کہاں ہوا؟	گاؤں	محلہ	
	ڈاک خانہ	تحصیل وضلع	
4- کیا وقوعہ کا مقامی رسم ورواج سے تعلق ہے	ہاں	نہیں	
5-وقوعہ کیسے ہوا؟ (مختصر تفصیل)			
6-وقوعہ کا ماضی کے کسی دوسرے واقعہ سے تعلق اور اس کی مختصر تفصیل			
7-وقوعہ کا شکار ہونے والے کے کوائف	نام	ولد/زوجہ	پیشہ

8-وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے معاشی/سماجی حیثیت	بچہ/بچی	عورت/مرد	غریب/ان پڑھ	بوڑھا/بوڑھی	بیمار
	مخالف سیاسی کارکن	سماجی کارکن	اقلیتی فرقے کارکن	دیگر (تخصیص کریں)	

9-وقوعہ میں ملوث اشخاص کے کوائف:	نام	ولدیت/زوجیت	عہدہ	پیشہ
	-1			
	-2			
	-3			
10-وقوعہ کے ذمہ دار فرد/افراد کی معاشی/سماجی حیثیت		بڑا جاگیردار/زمیندار/بہت امیر آدمی	متوسط طبقے سے/غریب آدمی	بااثر صلاحیت/سیاسی اثر ورسوخ

11-وقوعہ کی پشت پناہی کرنے والے عناصر کے کوائف	نام اور ولدیت	عہدہ	پیشہ	پارٹی/ادارہ
	-1			
	-2			
	-3			

12-وقوعہ سے متعلقہ فریقین گواہان وغیر جانبدار افراد کے کوائف وموقف

وقوعہ سے تعلق	نام اور ولدیت	وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے ساتھ تعلق/رشتہ داری	عہدہ	موقف
واقعہ سے متاثر				
واقعہ کا ذمہ دار				
چشم دید گواہ				
غیر جانبدار/پڑوسی				

13-اس قسم کے واقعات علاقہ میں کس قدر ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں	بہت زیادہ	اکثر اوقات	کبھی کبھار	کبھی نہیں
14-اس قسم کے واقعات اندازاً کتنی تعداد میں ہوتے ہیں	روزانہ	ماہانہ	سالانہ	
15-وقوعہ کے بارے میں HRCP نامہ نگار/اس کے ساتھ چھان بین کرنے والے/والوں کی رائے				
رپورٹ بھیجنے والے کے کوائف:	نام	پتہ: گاؤں/محلّہ	شہر/ضلع	

انسانی حقوق کے عالمی منشور کی کس شق کی خلاف ورزی ہوئی؟

دستخط: ....

تاریخ: ....

نوٹ: اگر تفصیلات فارم پر نہ آسکیں تو نمبر لکھ کر سادے کاغذ پر تفصیل درج کریں

☆تمام ساتھی جو انسانی حقوق کے حوالے سے رپورٹیں بھیجتے ہیں آئندہ اس فارم کی فوٹو کاپی پر کوائف' کر کے بھیجیں

Human Rights Commission of Pakistan

جہدِ حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق جہدِ حق کے تمام قارئین کو آگاہ کرنا چاہتا ہے کہ
یہ رسالہ مفت ہے۔ قارئین کو کسی قسم کی قیمت ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے

انسانی حقوق کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948ء کو اقوامِ عالم نے انسانی حقوق کا مندرجہ ذیل عالمی منشور منظور کیا

دفعہ - 1: تمام انسان آزاد اور حقوق و عزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔

دفعہ -2: ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک کی، سیاسی، عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقدارِ اعلیٰ کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔

دفعہ - 3: ہر شخص کو اپنی آزادی، زندگی اور تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 4: کوئی شخص، غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جا سکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع ہو گی۔

دفعہ - 5: کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔

دفعہ - 6: ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔

دفعہ - 7: قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔

دفعہ - 8: ہر شخص کو ان فعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، بااختیار قومی عدالتوں سے موثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔

دفعہ - 9: کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند، یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 10: ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق و فرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلے کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانب دار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔

دفعہ - 11: (1) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری الزام عاید کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جا سکی ہوں۔

(2) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔

دفعہ - 12: کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط و کتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 13: (1) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل و حرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آجانے کا بھی حق ہے۔

دفعہ - 14: (1) ہر شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔

(2) یہ حق ان عدالتی کارروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں کیا جا سکتا جو خالصتاً غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوامِ متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف ہیں۔

دفعہ - 15: (1) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔

(2) کوئی شخص محض من مانے طور پر قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔

دفعہ - 16: (1) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔

(2) نکاح فریقین کی پوری آزادی اور رضامندی سے ہوگا۔

(3) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔

دفعہ - 17: (1) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔

(2) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 18: ہر انسان کو آزادیٔ فکر، آزادیٔ ضمیر اور آزادیٔ مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتماعی یا انفرادی طور پر خاموشی یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔

دفعہ - 19: ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہارِ رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔

دفعہ - 20: (1) ہر شخص کو پُرامن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(2) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

دفعہ - 21: (ا) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔

(3) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہو گی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔

دفعہ - 22: معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشوونما کے لیے لازم ہیں۔

دفعہ - 23: (1) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب و معقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔

(3) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب و معقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل و عیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جا سکے۔

(4) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈ یونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔

دفعہ - 24: ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات میں شامل ہیں۔

دفعہ - 25: (1) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل و عیال کی صحت اور فلاح و بہبود کے لیے مناسب معیارِ زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضۂ قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔

(2) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔

دفعہ - 26: (1) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔

(2) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشوونما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوامِ متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔

(3) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔

دفعہ - 27: (1) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنونِ لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔

(2) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں۔

دفعہ - 28: ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہو سکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔

دفعہ - 29: (1) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشوونما ممکن ہے۔

(2) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امنِ عامہ اور عام فلاح و بہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔

(3) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوامِ متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جا سکتیں۔

دفعہ - 30: اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جا سکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
”ایوان جمہور“ 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹائون، لاہور
فون : 35838341-35864994 فیکس : 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ : www.hrcp-web.org
پرنٹر : مکتبہ جدیدپریس، 14ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15

کمپوز:
جمال احمد
سیدرضاشاہ